REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد ۴۲ — شمارہ ۴۲-۴۳

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- منیر احمد خادم

ناشرین:- قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک:-
بذریعہ ہوائی ڈاک:- ۲۰ پاؤنڈ یا ۴۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک:- دس پاؤنڈ یا ۲۰ ڈالر امریکن

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان — ۱۴۳۵۱۶

۵-۱۲ جمادی الاوّل ۱۴۱۴ ہجری — ۲۱-۲۸ اخاء ۱۳۷۲ ہش — ۲۱-۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳ء

اخبارِ احمدیہ

لندن ۲۲ اکتوبر (ایم-ٹی-اے) سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیر و عافیت سے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

احباب جماعت اپنے جان و دل سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، مقاصدِ عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اپنی بیویوں کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو

آیاتِ قرآنی:

● وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج (النّساء: ۲۰) (ترجمہ) اور اُن (عورتوں) سے اچھا سلوک کرو۔

● وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرہ: ۲۲۹)

(ترجمہ، عورتوں کے حقوق مردوں پر اُسی طرح ہیں جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

● وَاَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ (الطلاق: ۷)

(ترجمہ) اُن کو وہاں ٹھیراؤ جہاں تم ٹھیرو۔ اپنی حیثیت کے مطابق۔ اور اُن کو ایذاء نہ دو کہ اُن پر تنگی کرو۔

حدیثِ نبوی:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ:- تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔

ارشادات سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

"اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسی معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو اور کوئی وحشیانہ حالت نہ ہو۔ بلکہ ان کو اس مسافر خانہ میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو اپنی بیویوں سے نیکی سے پیش آوے۔ انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کر دیا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر ایک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہیئے۔ اور ہر ایک وقت دل میں یہ خیال کرنا چاہیئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمانداری بجا لیتا ہوں۔ اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے۔ مجھے اس پر کونسی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بننا چاہیئے۔ بیویوں پر رحم کرنا چاہیئے۔ اور ان کو دین سکھلانا چاہیئے۔ درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرہ درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک عورت کو خدا نے صدہا کوس سے لا کر میرے حوالہ کیا ہے۔ شاید معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا۔ تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرماوے۔ اور میں بہت ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔"

(فتاویٰ احمدیہ جلد دوم صفحہ ۳۸)

۲- "عورتوں کے حقوق کی حفاظت جیسی اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ میں ہر ایک قسم کے حقوق بیان فرما دیئے۔ یعنی جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر بھی ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں۔ اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے اور پردہ کے طریق کو ایسے ناجائز طریق سے کام میں لاتے ہیں کہ گویا وہ زندہ درگور ہوتی ہیں۔ چاہیئے کہ اپنی عورتوں سے انسان کا دوستانہ طریق اور تعلق ہو۔ اصل انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ اگر ان سے اس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر خدا سے کس طرح ممکن ہے کہ صلح ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ۔ یعنی اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے والا ہی تم میں سے بہترین ہے۔"

(البدر ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء)

منیر احمد خادم پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۱-۲۸ اخاء ۱۳۷۲ ہش

طلاق اور ضابطۂ اخلاق

گزشتہ چند ماہ سے طلاق کو موضوع بحث بنا کر ملک کے مسلم و غیر مسلم اخبارات میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ دو امور پر مبنی ہے:

● ایک تو یہ کہ ایک ہی مجلس میں ایک مسلمان مرد کا اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دے دینا اور اس سے طلاق مغلظہ کا واقع ہو جانا مسلم عورت پر سخت ظلم ہے۔

● دوسرے طلاق ہی کے تعلق میں بار بار یہ بات دہرائی جا رہی ہے کہ مسلم خاوند کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ طلاق کے بعد بھی اپنی مطلقہ کو اس کے نیا بیاہ ہونے تک یا اس کے اپنے پیروں پر کھڑے ہو جانے تک نان و نفقہ دے۔ اور چونکہ اسلامی قانون اس اہم امر کو نظر انداز کرتا ہے لہٰذا شریعت میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ اور جب تک ترمیم نہ ہو اسلامی شریعت مسلم عورت کے لئے ایک ظلم قرار پائے گی۔

مذکورہ ہر دو مسائل کو لے کر بالخصوص کٹر اور انتہا پسندانہ ذہنیت رکھنے والے غیر مسلم صحافیوں نے اس رنگ میں غم و غصے کا اظہار کیا ہے گویا مسلم عورت کی تمام تر ہمدردی ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے اور یہ کہ مسلم عورت کی مظلومانہ حالت ان کی برداشت سے باہر ہے۔ اس بناء پر ان کا تمام تر زور اس بات پر ہے کہ مسلم راہنما اگر ساری اسلامی شریعت کو نہیں تو کم از کم شریعت کے ان ان حصوں پر تبر چلاتے چلے جائیں جن کی تبدیلی کا "مخلصانہ مشورہ" ایسے کرم فرما دیں۔

یہ "مخلصانہ مشورے" جو درحقیقت ایک استہزاء ہیں اور مسلم عورت کے لئے غم و حزن کے یہ آنسو جنہیں زیادہ سے زیادہ مگرمچھ کے آنسو کہا جا سکتا ہے درحقیقت صرف اس لئے ہیں کہ خدائے ذوالجلال کی طرف سے نازل ہونے والی اس ابدی شریعت کو نیچا دکھایا جائے۔ حالانکہ اپنی مقدس کتب سے بیزار ہو کر اب تک بعض شعبوں میں یہ لوگ قرآن مجید ہی کے شیریں پھل کھا رہے ہیں۔ اور حد یہ ہے کہ جس تھالی میں کھا رہے ہیں اسی میں چھید کرنے سے دریغ نہیں کر رہے۔

ضمناً بتایا جائے کہ ہمارے ہم وطن جنہوں نے ۱۹۵۶ء میں ہندو لاء میں طلاق کے تعلق سے بل پاس کیا تھا یہ بھی انہوں نے اپنی کسی مقدس کتاب کی روشنی میں پاس کیا تھا یا قرآن مجید کی ہی بے نظیر تعلیم سے استفادہ کیا تھا۔ اس سے قبل ہندو عورت کی اس قدر حالت زار تھی کہ شادی کے بعد کسی صورت میں بھی وہ اپنے خاوند سے الگ نہیں ہو سکتی تھی۔ خواہ مرد کتنا ہی ظلم کرے اسے اس کے ساتھ ہی بسر کرنا ہوتا تھا۔ اور اگر خاوند مر جائے تو اس کے ساتھ ہی ستی ہو جانا پڑتا تھا۔ پھر دھکے کھا کر طلاق کے اصول کو اپنایا گیا۔ ستی کی رسم کو بند کیا گیا۔ لیکن ستی کی رسم بند کر کے ایک اور مصیبت میں گرفتار ہو گئے کہ نوجوان بیوہ کی دوسری شادی کی مقدس کتب اجازت نہیں دیتیں۔ ادھر ستی کی رسم ختم، ادھر نوجوان بیواؤں سے معاشرہ آلودہ۔ تو پھر اسلام کی تعلیم کا ہی سہارا لیا گیا۔ اور بیوہ کی شادی کی منظوری دی گئی۔ خلاصہ یہ کہ وہ معاشرہ جو اپنے ہر مسئلے کے لئے قرآن مجید کی طرف دیکھتا ہے آج کس طرح تعلیم قرآن کو ٹھکرا رہا ہے۔ اور جس کے اپنے گھر میں عورت کی حالت بد سے بدتر ہے اسے مسلم عورت کی اتنی فکر کیوں کر ہو گئی؟

جہاں تک طلاق کے ضمن میں مذکورہ اعتراضات کا تعلق ہے اس میں جہاں غیر مسلم متعصبین کی کج فہمی کا تعلق ہے وہاں اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مسلم علماء نے بھی بعض اسلامی مسائل کو اس قدر پیچیدہ بنا دیا ہے کہ جس سے کم فہموں کے لئے اعتراضات کا رستہ ہموار ہو گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کے مسلمان تعلیم قرآنی کو بھلا کر اور اس کی حقیقت سے غافل ہو کر صرف گروہی مفادات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

طلاق کے متعلق بالخصوص قدامت پسند دیوبندیوں کی طرف سے جو یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک مرد ایک ہی وقت میں تین طلاقیں عورت کو دے دے تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہو جاتی ہے۔ قرآنی تعلیم کی رو سے سراسر غلط ہے۔ (اس تعلق میں دیوبندی مسلک ہم علیحدہ بھی بیان کر رہے ہیں)

قرآن مجید صاف فرماتا ہے کہ تین قروء (حیض) تک طلاق کا عمل اس طرح جاری رہنا چاہیئے کہ پہلی دو طلاقوں تک یعنی ایک مرتبہ حالت طہر کے بعد حیض کے ایام گزر جانے تک اور پھر دوسری مرتبہ حالت طہر کے بعد حیض کے ایام ختم ہو جانے تک مرد کو اپنے فیصلہ طلاق کو واپس لینے کا اختیار رہے۔ لیکن اگر دو مرتبہ کی اس چھوٹ سے جو کہ پورے دو ماہ کا عرصہ ہے باوجود اکٹھے رہنے کے تعلقات محبت قائم نہیں ہوتے تو پھر حکم ہے کہ تیسری طلاق کے ایام گزر جانے کے بعد عورت کو صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ انصاف سے اوپر احسان کا سلوک کر کے رخصت کرو۔ (البقرہ: ۲۳۰)

اب بتایا جائے کہ یہاں کب حکم ہے کہ طلاق دینے والا مرد ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے۔ بلکہ حکم تو یہ ہے کہ تین مدتوں میں طلاق کے اس عمل کو پھیلایا جائے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ خیال کس طرح پیدا ہوا کہ ایک ہی بیٹھک میں طلاق۔ طلاق۔ طلاق کہنے سے طلاق واقع ہو سکتی ہے حالانکہ اگر ایک ہی وقت میں تین مرتبہ طلاق واقع ہو سکتی ہے تو ایک مرتبہ لفظ طلاق کہنے سے بھی واقع ہو جانی چاہیئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ تین الگ الگ وقفوں کی طلاق کے حکم سے ہی جلد بازوں کے دماغ میں ایک ہی بیٹھک میں تین مرتبہ طلاق کہنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جلد بازوں کے اس وطیرے نے وبائی مرض کی کیفیت اختیار کر لی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سزا کے طور پر فرمایا کہ اگرچہ قرآن مجید نے طلاق دینے والے کو سوچنے سمجھنے کے لئے لمبے وقت کا موقع فراہم کیا ہے تاکہ طلاق کے اس عمل سے بعد میں پشیمان نہ ہو۔ اور جلد باز چونکہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے اس لئے آئندہ تعزیر کے طور پر آپ نے حکم دیا کہ اگر کوئی شخص ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے تو پھر طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔ خواہ بعد میں اسے پچھتانا ہی پڑے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے دور میں یہ ارشاد ناراضگی اور سزا کے طور پر تھا نہ کہ اصل طریق عمل کے طور پر۔ اصل طرزِ عمل وہی ہے جو قرآن مجید نے بتایا اور جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی اور جسے خلفائے راشدین بھی پسند فرماتے تھے۔ (دیکھئے ابوداؤد باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث)

جہاں تک نفسِ طلاق کا تعلق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد و عورت کو ہمیشہ اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے طلاق کو "ابغض الحلال" فرمایا۔ اور فرمایا طلاق سے عرش الٰہی ہلتا ہے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۹۲ جلد ۲) طلاق سے قبل آپ نے ہر طرح صلح صفائی کی کوشش کا تاکیدی ارشاد فرمایا۔ لیکن اگر کسی طرح کوششِ صلح بارآور نہ ہو تو پھر ایک ہی گھر میں اکٹھے رہ کر وقفے وقفے سے طلاق دینے کا حکم ہے تاکہ ممکن ہے اس عرصہ میں آپس میں صلح کی کوئی صورت نکل آئے اور اگر باوجود اس کے طلاق ہو جائے تو حکم ہے کہ خواہ ڈھیروں ڈھیر مال عورت کو دیا ہو کسی صورت میں بھی اس سے واپس نہیں لینا۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اسلام طلاق سے قبل ہر ممکن صلح کی کوشش کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن بعد طلاقِ مغلظہ میاں بیوی کے دوبارہ تعلقات کو کسی طرح بھی جائز نہیں ٹھیراتا۔ خواہ طلاق کے بعد ہر دو یا دونوں میں سے کوئی ایک اکٹھے ہونے کی کتنی ہی خواہش رکھیں۔ وجہ یہ ہے کہ کہیں طلاق جیسی ناپسندیدہ چیز کو لوگ کھیل نہ بنا لیں۔ ہاں دوبارہ ملنے کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ عورت کسی اور مرد سے شادی کرے اور پھر وہ دونوں بھی باہمی اختلافات کے باعث ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ تب پہلا مرد اپنی مطلقہ بیوی سے شادی کر سکتا ہے۔ اس میں بھی دراصل ایک باغیرت مرد کو سوچنے کا موقع ہے کہ اپنی مطلقہ بیوی کے لئے اگر اس کے دل کے کسی کونے میں محبت ہے یا اپنی پہلی بیوی کے تعلقات کے راز اپنے تک ہی محدود رکھنا چاہتا ہے تو طلاق دینے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچ لے۔

اسلام نے جہاں مرد کو طلاق کا حکم دیا ہے وہاں عورت کو بھی خلع کی اجازت ہے اور ہر دو کو برابر کا حق دیا ہے۔ اسلام نے عورت کے ساتھ حسنِ معاشرت اور حسنِ اخلاق کی جو بے نظیر تعلیم دی ہے اس کو بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں لیکن اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی جو تعلیم اسلام نے دی ہے دیگر مذاہب میں اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ مطلقہ عورت کو اس کی آئندہ شادی کے ہونے تک مرد نان و نفقہ دے نہایت غلط اور گھٹیا سوچ ہے۔ اسلام دراصل عورت کو باغیرت اور باوقار بنانا چاہتا ہے۔ وہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ ایک مرد جو عورت کو طلاق دے چکا ہے اور معاشرت کے معاہدے کو منقطع کر چکا ہے ایک باغیرت عورت پھر اس کے ٹکڑوں پر پلے۔ لہٰذا یہ فرض بجائے اس خاوند کے عورت کے ماں باپ، اس کی اولاد یا رشتہ داروں کا قرار دیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں میں کنیا دان دینے کا کوئی رواج نہیں ہے کہ بعد میں ماں باپ اور رشتہ دار ہاتھ دھو کر بیٹھ جائیں خواہ لڑکی کو جلا کر راکھ بھی کر دیا جائے۔ بلکہ شادی کو ایک معاہدہ قرار دیا ہے کہ اگر وہ معاہدہ ٹوٹ جائے تو لڑکی کی باعزت زندگی پھر اس کے ماں باپ، بھائی بہنوں یا رشتہ داروں کے پاس گزرتی ہے تاوقتیکہ اس کی دوسری شادی ہو جائے۔

اس میں دوسری بات جو نا انصافی کا پہلو لئے ہوئے ہے وہ یہ ہے کہ اگر رشتہ زوجیت کے ٹوٹ جانے کے بعد بھی مرد کو نان و نفقہ کے لئے مجبور کیا جائے تو کیوں نہ عورت کے خلع لینے کی صورت میں مرد بھی اسے مجبور کرے کہ اس کی آئندہ شادی ہونے تک عورت اس کے گھر کا کھانا بنائے یا دیگر فرائض پورے کرے۔

(باقی دیکھئے صفحہ ۲۳ پر)

طلاق کے متعلق : آیات قرآنی : احادیث نبوی اور ارشادات مسیح موعودؑ

ذیل میں سورۃ الطلاق کا پہلا رکوع درج کیا جاتا ہے اس کا مطالعہ اُندرہ صفحات میں موجود "تفسیر کبیر سے ایک اقتباس" کی روشنی میں کیجئے پھر سوچئے کہ کیا قرآن مجید میں کہیں ایک ہی نشست میں تین طلاق کا کوئی ذکر ہے؟

یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ○

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ ذلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ○ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا ○

والئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والئی لم یحضن واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا ○

ذلک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاتہ ویعظم لہ اجرا ○

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن واتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری ○

لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اتہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا ○

ترجمہ: اے نبی! (اور اس کے ماننے والو) جب تم بیویوں کو طلاق دو تو ان کو مقررہ وقت کے مطابق طلاق دو اور (طلاق کے بعد) وقت کا اندازہ رکھو اور اللہ کا جو تمہارا رب ہے تقویٰ اختیار کرو۔ اُن کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ ایک کھلے گناہ کی مرتکب ہوں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کی حدوں کو توڑتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے (اے طلاق دینے والے) تجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور ظاہر کردے۔

پھر جب عورتیں عدت کی آخری حد کو پہنچ جائیں تو انہیں مناسب طریق پر روک لو یا انہیں مناسب طریق پر فارغ کردو اور اپنے میں سے دو منصف گواہ مقرر کرلو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو۔ تم میں سے جو کوئی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے اس کو یہ نصیحت کی جاتی ہے اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا۔ اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اُسے خیال بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ یقیناً اپنے مقصد کو پورا کرکے چھوڑتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر چھوڑا ہے اور (تمہاری بیویوں میں سے) وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہوچکی ہوں اگر اُن کی عدت کے متعلق تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان کی بھی جن کو حیض نہیں آیا اور جن عورتوں کو حمل ہو ان کی عدت وضع حمل تک ہے اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اللہ ضرور اس کے معاملہ میں آسانی پیدا کردیتا ہے۔

یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اُتارا ہے اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرے وہ (خدا) اس کی بدیاں مٹا دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑھاتا ہے (اے مسلمانو! مطلقہ عورتوں کے حق کو نہ بھولو) اُن کو وہیں رکھو جہاں تم اپنی طاقت کے مطابق رہتے ہو اور ان کو کسی قسم کا ضرر نہ دو اس لئے ان کو تنگ کرکے (گھر سے) نکال دو اور اگر وہ حمل والی ہوں تو اس وقت تک ان پر خرچ کرو جب تک وضع حمل ہو جائے اور اگر وہ تمہارے لئے بچوں کو دودھ پلائیں تو اُن کو معقول اُجرت دو اور اس کا فیصلہ حسب دستور باہمی مشورہ سے کرو اور اگر آپس میں کسی فیصلہ پر اکٹھے نہ ہوسکو تو کوئی اور عورت اس بچے کو دودھ پلائے۔

چاہیئے کہ مالدار مرد (دودھ پلانے والی عورت پر) اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرے اور جو مالدار نہیں ہے وہ اللہ کے دیئے کے مطابق خرچ کرے اللہ کسی نفس کو ایسے احکام نہیں دیتا جو اس کی طاقت سے بڑھ کر ہوں بلکہ ایسے ہی احکام دیتا ہے جن کے پورا کرنے کی توفیق بھی اس کو بخشی ہو چنانچہ اگر کوئی شخص خدا کے حکم پر عمل کرتے ہوئے دودھ پلانے والی عورت کو مزدوری صحیح طور پر دے گا تو اگر وہ تنگی کی حالت میں بھی ہے تو اللہ اس کے بعد اس کے لئے فراخی کی حالت پیدا کردے گا۔

(سورۃ الطلاق آیت نمبر ۲ تا ۸)

احادیث نبویؐ

○ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق
(ابوداؤد)

ترجمہ:- حلال چیزوں میں اللہ کے نزدیک زیادہ بُری چیز طلاق ہے

○ عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امراتہ ثلث تطلیقات جمیعا فقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظھرکم

ترجمہ:- محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ایک مرد نے اپنی عورت کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں (یہ سن کر آپ غصے سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے۔ حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں۔

٥ لَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ
(دار قطنی)
اللہ نے زمین میں طلاق سے زیادہ بُری کوئی چیز پیدا نہیں کی۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"اس الہام (خُذُوا الرِّفْقَ الرِّفْقَ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَأْسُ الْخَيْرَاتِ) میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ اُن کی کنیزکیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور حدیث میں ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو ان کے لئے دُعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۹)

ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو لوگ ایک ہی دفعہ طلاق لکھ دیتے ہیں۔ ان کی وہ طلاق جائز ہوتی ہے یا نہیں؟
اس کے جواب میں فرمایا:۔
"قرآن شریف کے فرمودہ کی رُو سے تین طلاق دی گئی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا ہی وقفہ رکھا گیا ہو جو قرآن شریف نے بتایا ہے تو ان تینوں کی عدت گزرنے کے بعد اس خاوند کا کوئی تعلق اس بیوی سے نہیں رہتا ہاں اگر کوئی شخص اس عورت سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور پھر اتفاقاً وہ اُس کو طلاق دے دے تو اس خاوند اوّل کو جائز ہے کہ اس بیوی سے نکاح کرلے لیکن اگر دُوسرا خاوند خاوند اوّل کی خاطر سے یا لحاظ سے اس بیوی کو طلاق دے کرتا وہ پہلا خاوند اس سے نکاح کرلے تو یہ حلالہ ہوتا ہے اور یہ حرام ہے"۔
(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۹۰)

"دیکھو انجیل میں طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دُوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دُشمنی پیدا کر دیتے ہیں ان کا کچھ ذکر نہ تھا اس لئے عیسائی قوم اس خامی کو برداشت نہیں کر سکی اور آخر امریکہ میں ایک طلاق کا قانون پاس کرنا پڑا۔ سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدھر گئی"۔
(کشتی نوح صفحہ ۸۳)

الفضل انٹرنیشنل ویکلی لنڈن

"حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اور حضور اقدس کی راہنمائی میں اخبار الفضل انٹرنیشنل کا لنڈن سے اجراء ہو چکا ہے اس کا پہلا شمارہ نمونہ کے طور پر جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر شائع ہو چکا ہے۔
احمدی اہل قلم اور شعراء صاحبان سے درخواست ہے کہ اپنے مضامین اور کلام خاکسار کو مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوائیں اور اس سلسلہ میں خاکسار سے تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
(شرح چندہ — یوروپ ۲۷ پونڈ — افریقہ۔ امریکہ کینیڈا و دیگر ممالک ۳۶ پونڈ)
پتہ:۔ رشید احمد چوہدری مدیر اعلیٰ الفضل انٹرنیشنل ۱۶ گریسن ہال روڈ لنڈن S.W.18 5QL

خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۲ر اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام مسجد فضل لنڈن

تبتّل کے مضمون کو جتنا آپ سمجھیں گے اتنا ہی آپ بہتر انسان بنتے چلے جائیں گے

یہ وہ مضمون ہے کہ اگر جماعت اس پر عمل کرے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر بہت ترقیات کے راستے کھلیں گے

لنڈن ۲۲ر اکتوبر (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ) تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے گزشتہ خطبات جمعہ کے تسلسل میں تبتّل الی اللہ کے بصیرت افروز روحانی مضمون کو جاری رکھا۔ اس تعلق میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایمان افروز ارشادات پڑھ کر سنائے اور جماعت کو بالخصوص عبادات کی ادائیگی اور معاشرتی تعلقات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائی۔

اس مضمون کی وضاحت کے لئے حضور انور نے درج ذیل حدیث کو بنیاد بنایا۔ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا۔ کہ اے بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اختیار کرو پیشتر اس کے کہ تم دوسری باتوں میں مشغول کر دئے جاؤ۔
حضور ایدہ اللہ نے فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ ارشاد نہایت پُر حکمت ہے اگر انسان اعمالِ صالحہ بجا لانے میں جلدی نہ کرے اور دوسری باتوں میں مشغول ہو جائے تو پھر ایسے مواقع ہاتھ نہیں آیا کرتے بعض دفعہ دل سے ایک نیکی کی لہر اُٹھتی ہے وہ موقع ہوتا ہے جب نیکی کے کاموں کی طرف جلدی کرنی چاہئے۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبتِ الٰہی کے نتیجہ میں ہی ہمارے دینی و دنیوی تعلقات سنور سکتے ہیں اور اسی کے نتیجہ میں اہل دنیا کے دلوں میں بھی محبت پیدا ہو سکتی ہے۔ تبتّل کے مضمون کو آپ جتنا سمجھیں گے اتنا ہی آپ بہتر انسان بنتے چلے جائیں گے یہ وہ مضمون ہے کہ اگر جماعت اس پر عمل کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر بہت سے ترقیات کے راستے کھلیں گے اور جماعت کا معاشرہ نہایت حسین اور جاذبِ نظر معاشرہ بن جائے گا۔

خطبہ جمعہ کے شروع میں حضور انور نے مجلس انصار اللہ ضلع اسلام آباد (پاکستان) مجلس خدام الاحمدیہ بنگلہ دیش مجلس انصار اللہ ضلع سیالکوٹ (پاکستان) لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ یادگیر (بھارت) لجنہ اماء اللہ کیرلہ (بھارت) مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ بھارت اور لجنہ اماء اللہ پنجاب (بھارت) میں منعقد ہونے والے اجتماعات کا ذکر فرمایا۔
خطبہ جمعہ کے اختتام پر حضور اقدس نے امیر صاحب جماعت احمدیہ کینیڈا کی اہلیہ محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے اوصافِ حسنہ بیان فرمائے اور نماز جمعہ کے بعد اُن کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔
(محترمہ موصوفہ ۲۱ر اکتوبر بروز جمعرات وفات پا گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو آمین؛)

پانچویں مجلس مشاورت بھارت

قبل ازیں اخبار بدر میں مجلس مشاورت کی تاریخ کے بارہ میں اعلان کیا جا چکا ہے اس اعلان کے ذریعہ جماعتوں کی توجہ اس امر کی طرف دلانا مقصود ہے کہ مذکورہ مجلس مشاورت میں پیش کی جانے والی تجاویز اپنی مقامی جماعتوں کی مجلس عاملہ میں پیش کر کے بھجوائیں۔ تجاویز اور نمائندگان کے اسماء ۳۰ر نومبر ۹۳ء تک ضرور بھجوادیں ۳۰ر نومبر کے بعد موصول ہونے والی تجاویز کو مشاورت کے ایجنڈا میں شامل نہیں کیا جا سکے گا۔
سیکرٹری مجلس مشاورت بھارت

تفسیر کبیر سے اقتباس

مسئلہ طلاق اور قرآن مجید

از سیدنا حضرت اقدس میرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ؀

ترجمہ :- اور جن عورتوں کو طلاق مل جائے وہ تین (بار) حیض (آنے) تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور اگر انہیں اللہ (پر) اور روز آخرت پر ایمان ہے تو ا نہیں معلوم (رہے کہ) جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کر رکھا ہے اُن کے لئے اس کا چھپانا جائز نہیں اور اگر اُن کے خاوند باہمی اصلاح کا ارادہ کر لیں تو وہ اس مدت کے اندر (اندر) ان کو اپنی زوجیت میں واپس لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں اور جس طرح ان پر (یعنی عورتوں پر) کچھ ذمہ داریاں ہیں (ویسے ہی) مطابق دستور انہیں بھی (کچھ حقوق) حاصل ہیں۔ ہاں مردوں کو اُن پر ایک طرح کی فوقیت حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ (البقرہ آیت نمبر ۲۲۹)

تفسیر :- اب اللہ تعالیٰ طلاق کے مسائل بیان فرماتا ہے اور اس بارہ میں سب سے پہلی ہدایت یہ دیتا ہے کہ جن عورتوں کو اُن کے خاوند طلاق دے دیں اُنہیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھنا چاہیئے۔

قروء سے کیا مراد ہے؟ اس بارہ میں اُمتِ محمدیہ میں دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس سے حیض مراد ہے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور امام ابو حنیفہ کی بھی یہی رائے ہے لیکن حضرت عائشہؓ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اس سے طہر مراد ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل عرب تو قروء سے حیض بھی مراد لیتے ہیں اور طہر بھی اللہ تعالیٰ کا اس سے کیا منشاء ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دونوں کو صحیح قرار دیا ہاں ترجیح آپؐ نے طہر کو دی (فتوحات مکیہ جلد ۴ باب ۵۶۰ صفحہ ۶۰۹ در صفحہ ۶۱۰)

عدت کی حکمت بالکل واضح ہے اس عرصہ میں خاوند کو سوچنے اور غور کرنے کا کافی وقت مل جاتا ہے اور اگر اس کے دل میں اپنی بیوی کی کچھ بھی محبت ہو تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ میں عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو تو مرد کو بتا دے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی وجہ سے پھر آپس میں محبت قائم ہو جاتی ہے اور میاں بیوی میں صلح کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ میں ذٰلِکَ کا اشارہ مدتِ تربّص کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اگر عدت کے دوران خاوند اپنی عورت سے دوبارہ تعلقات قائم کرنا چاہے تو اس میں کسی کو روک نہیں بننا چاہیئے اس ہدایت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر عورت کے رشتہ دار کہہ دیا کرتے ہیں کہ چونکہ خاوند نے اپنی بیوی سے اچھا سلوک نہیں کیا اور اُسے ایک دفعہ طلاق دے دی ہے اس لئے اب ہم اس سے تعلق قائم رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورت کے رشتہ داروں کو خاوند بیوی کے تعلقات میں روک نہیں بننا چاہیئے اگر خاوند اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے رجوع کرنا چاہتا ہے تو وہ کسی اور کی نسبت اس عورت کا زیادہ حقدار ہے اور وہ عدت میں اپنی عورت کو واپس لوٹا سکتا ہے۔

پھر وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ میں عام قانون بتایا کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق بحیثیت انسان ہونے کے برابر ہیں جس طرح عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مردوں کے حقوق کا خیال رکھیں اسی طرح مردوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اور اس بارہ میں کسی قسم کا ناواجب پہلو اختیار نہ کریں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورتوں کے کوئی حقوق تسلیم ہی نہیں کئے جاتے تھے بلکہ انہیں مالوں اور جائیدادوں کی طرح ایک منتقل ہونے والا ورثہ خیال کیا جاتا تھا اور ان کی پیدائش کو صرف مردوں کی خوشی کا موجب قرار دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ مسیحی جو اپنے آپ کو حقوقِ نسواں کے بڑے حامی کہتے ہیں ان کے پاک نوشتوں میں بھی عورت کی نسبت لکھا ہے :-

"البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہیئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے۔"

(کرنتھیوں باب ۱۱ آیت ۷)

اسی طرح لکھا تھا۔

"اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے"

(تمطاؤس باب دو آیت ۱۲)

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کے بلحاظ انسانیت برابر کے حقوق قائم کئے اور وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر لوگوں کے اچھی طرح ذہن نشین کی۔ آپؐ کے کلام میں عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق اور ان کی قابلیتوں کے متعلق جس قدر ارشادات پائے جاتے ہیں اُن کا دسواں حصہ بھی کسی اور مذہبی پیشوا کی تعلیم میں نہیں ملتا۔ آج ساری دنیا میں یہ شور مچ رہا ہے کہ عورتوں کو اُن کے حقوق دینے چاہئیں اور بعض مغرب زدہ نوجوانوں کو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق عیسائیت نے ہی دئے ہیں حالانکہ عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے جو وسیع تعلیم دی ہے عیسائیت کی تعلیم اس کے پاسنگ بھی نہیں۔

عربوں میں رواج تھا کہ ورثہ میں اپنی ماؤں کو بھی تقسیم کر لیتے تھے مگر اسلام نے خود عورت کو وارث قرار دیا۔ بیوی کو خاوند کا بیٹی کو باپ کا اور بعض صورتوں میں بہن کو بھائی کا بھی۔

غرض فرمایا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ یعنی انسانی حقوق کا جہاں تک سوال ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں

کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں احکام دئے ہیں اسی طرح انعامات میں بھی انہیں یکساں شریک قرار دیا اور جن نعماء کے مرد مستحق ہوں گے اسلامی تعلیم کے ماتحت قیامت کے دن وہی انعامات عورتوں کو بھی ملیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے نہ اس دنیا میں اُن کی کوئی حق تلفی کی ہے اور نہ اگلے جہان میں انہیں کسی انعام سے محروم رکھا ہے۔ ہاں آپ نے اس بات کا بھی اعلان فرمایا کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حق فوقیت حاصل ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک مجسٹریٹ انسان ہونے کے لحاظ سے تمام انسانوں جیسے حقوق رکھتا ہے اور جس طرح ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی ظلم اور تعدی کی اجازت نہیں اسی طرح مجسٹریٹ کو بھی نہیں مگر پھر بھی وہ بحیثیت مجسٹریٹ اپنے ماتحتوں پر فوقیت رکھتا ہے اور اُسے قانون کے مطابق دوسروں کو سزا دینے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں اسی طرح تمدنی اور مذہبی معاملات میں مرد و عورت دونوں کے حق برابر ہیں۔

لیکن مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قوّام ہونے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے لیکن دوسری طرف اس نے عورتوں کو استمالتِ قلب کی ایسی طاقت دی ہے جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔ بنگالہ کی جادوگر عورتیں تو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے مردوں پر جادو سا کر دیتی ہیں پس جہاں مرد کو عورت پر ایک رنگ میں فوقیت دی گئی ہے وہاں عورت کو استمالتِ قلب کی طاقت عطا فرما کر مرد پر غلبہ دے دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات عورتیں مردوں پر اس طرح حکومت کرتی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب کاروبار انہی کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل ہر شخص کی الگ الگ رنگ کی حکومت ہوتی ہے جہاں تک احکام شرعی اور نظام کے قیام کا سوال ہے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دی ہے مثلاً شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی لڑکی اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتی یہ حکم ایسا ہے جو اپنے اندر بہت بڑے فوائد رکھتا ہے۔ یورپ میں ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ بعض لوگ دھوکے باز اور فریبی تھے مگر اس وجہ سے کہ وہ خوش وضع نوجوان تھے انہوں نے بڑے بڑے گھرانوں کی لڑکیوں سے شادیاں کر لیں اور بعد میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوئیں لیکن ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ رشتہ کی تجویز کے وقت باپ غور کرتا ہے والدہ غور کرتی ہے بھائی سوچتے ہیں رشتہ دار تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح جو بات طے ہوتی ہے وہ بالعموم ان نقائص سے پاک ہوتی ہے جو یورپ میں نظر آتے ہیں۔ یورپ میں تو یہ نقص اس قدر زیادہ ہے کہ جرمنی کے سابق شہنشاہ کی بہن نے اس نادانی کی وجہ سے ایک باورچی سے شادی کر لی اس کی وضع قطع اچھی تھی اور اس نے مشہور یہ کر دیا تھا کہ وہ روس کا شہزادہ ہے جب شادی ہو گئی تو بعد میں پتہ چلا کہ وہ تو کہیں باورچی کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ واقعات ہیں جو یورپ میں کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مردوں کے قوّام ہونے کے متعلق جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ شریعت کا اس سے یہ منشاء نہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو یا اُن کی کوئی حق تلفی ہو بلکہ شریعت کا اس امتیاز سے یہ منشاء ہے کہ جن باتوں میں عورتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے اُن میں عورتوں کو نقصان سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے جن باتوں میں عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ان میں ان کا حق خدا تعالیٰ نے خود ہی انہیں دے دیا ہے پس قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے اندر بہت بڑی حکمتیں اور مصالح رکھتا ہے اگر دنیا ان کے خلاف عمل کر رہی ہے تو وہ کئی قسم کے نقصانات بھی برداشت کر رہی ہے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام کے خلاف عمل پیرا ہونا کبھی نیک نتائج کا حامل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ یاد رکھو عورتوں پر جو فوقیت ہم نے تمہیں دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اس سے ناجائز فائدہ اٹھاؤ اور ان کے حقوق کو پامال کرنا شروع کر دو۔ دیکھو تم پر بھی ایک حاکم ہے جو عزیز ہے۔ یعنی اصل حکومت خدا تعالیٰ کی ہے اس لئے چاہیئے کہ مرد اس حکومت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور حکیم کہہ کر اس طرف توجہ دلائی کہ ضبط و نظم کے معاملات میں جو اختیار ہم نے مردوں کو دیا ہے۔ یہ سراسر حکمت پر مبنی ہے ورنہ گھروں کا امن برباد ہو جاتا۔

چونکہ میاں بیوی نے مل کر رہنا ہوتا ہے اور نظام اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ ایک کو فوقیت نہ دی جائے اس لئے یہ فوقیت مرد کو دی گئی ہے اور اس کی ایک اور وجہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ مرد اپنا روپیہ عورتوں پر خرچ کرتے ہیں اس لئے انتظامی امور میں انہیں عورتوں پر فوقیت حاصل ہے (النساء آیت ۳۵)

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ۲۳۰

ترجمہ:- ایسی طلاق (جس میں رجوع ہو سکے) دو دفعہ ہو سکتی ہے پھر یا تو مناسب طور پر روک لینا ہوگا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا ہوگا اور تمہارے لئے اس (مال) کا جو تم انہیں پہلے دے چکے ہو کوئی حصہ بھی (واپس) لینا جائز نہیں سوائے اس (صورت) کے کہ ان (دونوں) کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ سو اگر تمہیں (ملتِ اسلامیہ یا اسلام پر ایمان رکھنے والی حکومت کو یہ) اندیشہ ہو کہ وہ (دونوں) اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو وہ (یعنی عورت) جو کچھ بطور فدیہ دے اس کے بارہ میں ان دونوں میں سے کسی کو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اس لئے تم ان سے باہر نہ نکلو اور جو لوگ اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں سے باہر نکل جائیں تو (سمجھو کہ) وہی لوگ (اصل) ظالم ہیں۔

تفسیر:- اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ سے مراد یہ ہے کہ ایسی طلاق جس میں خاوند کو رجوع کا حق حاصل ہے صرف دو دفعہ ہی ہو سکتی ہے یہ نہیں کہ عورت کو تنگ کرنے کے لئے اُسے بار بار طلاق دیتا رہے اور جب عدت ختم ہونے کا وقت قریب آئے تو رجوع کر لے احکام دینیہ کے ساتھ تو یہ ایک ناپاک تمسخر ہے جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔

احادیث میں صراحتاً ذکر آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ لَا اُطَلِّقُكِ اَبَدًا وَلَا اٰوِيْكِ اَبَدًا یعنی نہ تو میں تجھے کبھی طلاق دوں گا اور نہ اپنے گھر میں بساؤں گا عورت نے پوچھا وَكَيْفَ ذٰلِكَ یہ کس طرح ہو سکتا ہے اس پر اس نے کہا اُطَلِّقُ حَتّٰى اِذَا دَنَا اَجَلُكِ رَاجَعْتُكِ۔ میں تجھے طلاق دوں گا اور جب تیری عدت ختم ہونے کے قریب پہنچے گی تو رجوع کر لوں گا اگلی دفعہ پھر ایسا کروں گا اور پھر رجوع کر لوں گا اس طرح نہ تجھے بساؤں گا اور نہ علیحدہ ہونے دوں گا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اس واقعہ کا آپ سے ذکر کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

> "صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کو **بلحاظ انسانیت برابر کے حقوق قائم کئے**... آپ کے کلام میں عورتوں کے ساتھ **حسن سلوک** اور ان کے حقوق اور ان کی قابلیتوں کے متعلق جس قدر ارشادات پائے جاتے ہیں اُن کا دسواں حصہ بھی کسی اور مذہبی پیشوا کی تعلیم میں نہیں۔"

کہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی وہ طلاقیں جن میں مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے صرف دو ہی ہیں اس سے زیادہ نہیں (تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۰) اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو طلاقوں تک تو مرد کو رجوع کا حق حاصل رہتا ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد اُسے رجوع کا حق حاصل نہیں رہتا اور یہ دو طلاقیں بھی یکدم نہیں دی جا سکتیں بلکہ یکے بعد دیگرے دی جاتی ہیں جس کی طرف مَرَّتٰنِ کا لفظ اشارہ کرتا ہے جس کے معنی مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ کے ہیں یعنی ایک ہی دفعہ طلاقیں نہ دی جائیں بلکہ باری باری دی جائیں اور ہر طلاق کی مدت جیسا کہ اُوپر کی آیت میں گزر چکا ہے تین قروء ہے خواہ وہ ہر مہینے میں ایک طلاق دے یا شروع میں ایک دفعہ دے اس سے طلاق کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فقہاء نے ہر مہینے طلاق دینے کی طرف اس لئے توجہ دلائی ہے کہ اس طرح بار بار انسان کو رجوع کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے میرے نزدیک خواہ انسان ایک دفعہ طلاق دے یا ہر مہینے طلاق دے وہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی اور پھر عدت گزرنے کے بعد پھر خاوند نکاح کر سکے گا۔ اس قسم کی طلاقیں صرف دو جائز ہیں یعنی طلاق دینا اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لینا اگر دو ہو جائیں تو اس کے بعد پھر اگر وہ تیسری مرتبہ طلاق دے دے تو ایسے شخص کے لئے اس عورت سے پھر دوبارہ نکاح جائز نہیں جب تک کہ وہ باقاعدہ اور حقیقی نکاح دوسرے شخص سے نہ کر چکی ہو جو حقیقی نکاح ہے حلالہ نہیں کیونکہ حلالہ کا وجود اسلام میں نہیں ملتا غرض اَلطَّلَاقُ سے مراد وہ طلاق ہے جس کی عدت گزر چکی ہے وہ طلاق نہیں جس پر عدت نہ گزری ہو اس میں رجوع ہو سکتا ہے جس پر عدت گزر چکی ہو اس میں دو دفعہ نکاح ہو سکتا ہے تیسری دفعہ نہیں۔

بے شک بعض محدثین اور بعض فقہاء کے اقوال اس کے خلاف نظر آتے ہیں لیکن قرآن کریم کے الفاظ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ بالکل واضح ہیں اور اس سے پہلی آیت وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا واضح کرتی ہے کہ زمانہ طلاق تین قروء تک جاتا ہے اس عرصہ میں انسان بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے اور اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ کے چند آیات بعد کی آیت وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ بتاتی ہے کہ طلاق کی مدت گزر جانے کے بعد خاوند دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ درمیانی آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ اس پہلی قسم کی طلاق کی طرف اشارہ کرتی ہے اور پہلی قسم کی طلاق یہی ہے کہ تین قروء تک رجوع جائز ہے اور تین قروء کے بعد نکاح جائز ہے۔

غرض آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ بتاتی ہے کہ ایسی طلاق دو دفعہ ہو سکتی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ طلاق کے بعد عدت گزر جانے کی صورت میں خاوند کو دو دفعہ دوبارہ نکاح کا حق حاصل ہے۔ ایسے واقعات کے بعد اگر پھر انسان طلاق دے دے تو اس کو نکاح کا حق حاصل نہیں رہتا بلکہ اُسے عرصہ عدت میں رجوع کا بھی حق حاصل نہیں پھر یہ حق اس کو تبھی حاصل ہوگا جبکہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ مرد اس کو کسی وجہ سے طلاق دے دے۔

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ میں بتایا کہ ان دو طلاقوں کے بعد یا تو عورت کو معروف طریق کے مطابق اپنے گھروں میں بسا لو اور یا پھر حُسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کر دو۔

تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ایک تشریح احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابی رزین سے روایت کی ہے کہ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ اَیْنَ الثَّالِثَۃُ قَالَ التَّسْرِیْحُ بِاِحْسَانٍ۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دو طلاقیں تو قرآن میں بیان ہوئی ہیں تیسری کہاں سے آئی؟ آپؐ نے فرمایا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ جو آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ کو آپؐ نے تیسری طلاق قرار دیا ہے۔

اس جگہ احسان کا لفظ رکھ کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ عورت کو رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہئے مثلاً اُس کے حق سے زائد مال اُسے دے دیا جائے اور اُسے عزت کے ساتھ روانہ کیا جائے۔ بعض صحابہ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دی تو انہیں دس دس ہزار روپیہ تک دے دیا۔

پھر فرمایا وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا۔ تمہارے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اگر کوئی مال یا جائیداد تم انہیں دے چکے ہو تو طلاق کے بعد ان سے واپس لے لو یہ آیت بالصراحت بتاتی ہے کہ طلاق کے بعد عورت سے زیورات اور پارچات واپس نہیں لئے جا سکتے نہ مال واپس لیا جا سکتا ہے نہ کوئی جائیداد جو اُسے دی جا چکی ہو واپس لی جا سکتی ہے بلکہ مرد اگر مہر ادا نہ کر چکا ہو تو طلاق کی صورت میں وہ مہر بھی اُسے ادا کرنا پڑے گا لیکن اس کے بعد ایک استثناء رکھا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ صورت پیدا ہو تو پھر جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ سوائے اس کے کہ ان دونوں کو خوف ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے یعنی مرد عورت کے حقوق ادا نہ کر سکے گا اور عورت مرد کے حقوق ادا نہ کر سکے گی اس صورت میں اس کا حکم اور ہے جو فَاِنْ خِفْتُمْ سے شروع ہوتا ہے چنانچہ فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ یعنی اس صورت میں اگر تمہاری رائے بھی یہی ہو کہ دونوں فریق ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے یعنی قضاء نے بھی دیکھ لیا کہ فی الواقعہ دونوں کا قصور ہے۔ صرف مرد کا ہی قصور نہیں ہے بلکہ عورت بھی قصوروار ہے تو اس صورت میں اگر عورت سے کچھ دلوا کر ان میں جدائی کروا دی جائے جسے اصطلاحاً خلع کہتے ہیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس آیت میں تَاْخُذُوْا کی ضمیر اور طرف گئی ہے۔ اور خِفْتُمْ کی ضمیر اور طرف حالانکہ جملہ ایک ہی ہے یعنی تَاْخُذُوْا سے مراد خاوند ہیں اور خِفْتُمْ سے مراد محکمہ قضاء سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں! اسے اصطلاح میں انتشار ضمائر کہتے ہیں اور نحوی اسے جائز قرار دیتے ہیں غرض فَاِنْ خِفْتُمْ میں بتایا کہ اگر حکام اس بات کا فیصلہ کریں کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عورت راضی نہیں اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے مرد بھی عدل نہ رکھ سکے گا تو عورت اگر کچھ دینا چاہے تو مرد کو اجازت ہے کہ لے کر اُسے طلاق دے دے چنانچہ اس کے متعلق احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ابن ماجہ اور نسائی میں آتا ہے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی (یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول کی بیٹی) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے خاوند سے اس قدر نفرت ہے کہ اگر وہ مجھ سے حُسنِ سلوک بھی کرے تب بھی میں اس کی طرف توجہ نہیں کر سکتی اور سوائے اس نفرت کے مجھے اس سے اور کوئی شکایت نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے خاوند کو بلایا اور اُس سے دریافت فرمایا کہ تم نے اسے کچھ دیا ہوا ہے اُس نے عرض کیا کہ ایک باغ ہے جو میں نے اسے دیا ہوا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو فرمایا اَتَرُدِّیْنَ عَلَیْہِ حَدِیْقَتَہٗ کہ کیا تو اس کا باغ واپس کر سکتی ہے؟ قَالَتْ نَعَمْ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! میں باغ واپس کر دوں گی فَاَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّاْخُذَ الْحَدِیْقَۃَ وَلَا یَزْدَادَ عَلَیْھَا (نسائی) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے حکم دیا کہ وہ اس سے اپنا باغ واپس

سے مہر اور اس سے زیادہ پر جو صلح ہو بعض دوسری روایات میں ذکر آتا ہے کہ اس عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ ! میں تو زیادہ دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا اَمَّا الزِّیَادَۃُ فَلَا کہ زیادہ ہرگز نہیں بعض روایتوں میں آتا ہے کہ یہ حبیبہ بنت سہل کا واقعہ ہے بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے وہ باغ اس سے واپس کروا دیا اور عورت کو طلاق دلوا دی اور مرد کو اس سے زیادہ لینے کی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ صرف خاوند کا مال ہی اسے واپس دلوایا جا سکتا ہے اور کچھ نہیں اس جگہ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا دو وجوہ کی بنا پر کہا گیا ہے اوّل اس لئے کہ اس سے پہلے لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا فرما کر عورت سے مال لینا گناہ قرار دیا تھا ایسی چونکہ یہ شبہ پڑتا تھا کہ شاید اس صورت میں بھی مال لینا گناہ نہ ہو اس لئے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فرما کر اس شک کو دور کر دیا اور بتا دیا کہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں۔ دوسرے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اس لئے فرمایا کہ عورت کا کچھ دے کر مرد سے آزاد ہونا اس کے جدائی کے شوق پر دلالت کرتا ہے اور یہ گناہ ہے۔ جیسا کہ ابن جریر نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا اَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهَا رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (جلد ۲ صفحہ ۲۶۵) یعنی جو عورت بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے خاوند سے طلاق مانگے گی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے سو فرمایا کہ اگر کوئی حقیقی مجبوری پیش آجائے تو اس صورت میں اس کی درخواست اعزاز نہ ہوگی گناہ نہیں ہوگی اسی طرح مرد کا عورت سے کچھ روپیہ لے کر چھوڑنا اس کے لالچ پر دلالت کرتا ہے اور یہ بھی گناہ ہے پس چونکہ دونوں طرف گناہ کا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے بتایا کہ قاضی کی تحقیق کے بعد اس طریق پر جدائی مناسب سمجھی جائے اور ایک تیسرا شخص فیصلہ کرے کہ یہی طریق مناسب ہے تو پھر دونوں کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا۔ فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور تمہارا فرض ہے کہ تم ان حدود سے اپنا قدم باہر مت رکھو مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم کی یہاں تک خلاف ورزی کی کہ انہوں نے کہہ دیا کہ اگر ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں بھی دے دی جائیں تب بھی طلاق بتہ واقع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ سوال خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی ؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک ہی طلاق ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طَلَّقَ رُكَانَةُ زَوْجَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ فَحَزِنَ عَلَيْهِ حُزْنًا شَدِيدًا فَسَأَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ طَلَّقْتَهَا قَالَ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ قَالَ إِنَّمَا تِلْكَ طَلْقَةٌ وَاحِدَةٌ فَارْتَجِعْهَا (ابو داؤد باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث) یعنی ایک شخص رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد رکانہ کو اپنے اس فعل پر شدید صدمہ ہوا جب یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تو نے اپنی بیوی کو کس طرح طلاق دی تھی اس نے کہا میں نے ایک ہی وقت میں تین طلاقیں اسے دی تھیں آپ نے فرمایا یہ ایک ہی طلاق ہے اس لئے تم رجوع کر لو۔ اسی طرح نسائی میں محمود بن لبید سے روایت ہے کہ اُخْبِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ (نسائی باب الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ) یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دی ہیں اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا ابھی تو میں تم میں موجود ہوں کیا میری موجودگی میں وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے اسی طرح حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کَانَ الطَّلَاقُ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ (مسلم باب طلاق الثلاث) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک ایک وقت میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق سمجھی جاتی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر کہ لوگ طلاقوں کو ایک معمولی بات سمجھنے لگ گئے ہیں اور انہوں نے ایک ایسے معاملہ میں جس میں انہیں بہت غور اور سوچ بچار سے کام لینے کا حکم تھا جلد بازی سے کام لینا شروع کر دیا تھا وقتی طور پر یہ فیصلہ فرما دیا کہ آئندہ اگر کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو اس کی تین طلاقیں ہی متصور ہوں گی۔

امام ابن قیم نے اعلام الموقعین جلد ۲ صفحہ ۲۴ تا ۲۶ میں اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کبھی اسلامی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ رواج ہے کہ معمولی معمولی جھگڑوں پر لوگ اپنی بیویوں سے کہہ دیتے ہیں کہ تمہیں تین طلاق۔ تمہیں تین ہزار طلاق تمہیں تین کروڑ طلاق تمہیں تین ارب طلاق حالانکہ اسلام نے اس بیہودگی کی اجازت نہیں دی اور پھر آجکل کے وہ لوگ جو شریعت کے پورے واقف نہیں کہہ دیتے ہیں کہ تین دفعہ یکدم طلاق دینے کے بعد عورت سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے حالانکہ یہ طلاق شرعی لحاظ سے ایک ہی طلاق ہے اور عدت گزر نے کے بعد عورت سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب اس قسم کے واقعات بکثرت ہونے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت ایک سے زیادہ طلاقیں دے گا تو میں سزا کے طور پر اس کی بیوی کو اس کے لئے ناجائز قرار دے دوں گا۔ جب آپ پر یہ سوال ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے ایسا کیوں کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ منشاء تھا کہ اس قسم کی طلاقیں رک جائیں مگر چونکہ تم لوگ اس قسم کی طلاقیں دینے سے رکتے نہیں اس لئے میں سزا کے طور پر اس قسم کی طلاق کو جائز قرار دے دوں گا چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور آپ کا ایسا کرنا ایک وقتی مصلحت کے ماتحت تھا اور صرف سزا کے طور پر تھا مستقل حکم کے طور پر نہیں تھا۔ بہر حال طلاق ایک ایسی چیز ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا ہے یعنی جائز اور حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ مکروہ اور ناپسندیدہ چیز اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں انسان کے لئے جو چیزیں ضروری اور لازمی ہیں اور جن کے ذریعہ انسان آرام اور سکینت حاصل کرتا ہے وہ میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ میاں بیوی کے تعلقات سے جو سکون اور آرام انسان کو حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان وجودوں کو ایک دوسرے کے لئے مودت اور رحمت قرار دیا ہے۔ اسی طرح بائیبل میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے آدم کے لئے حوا پیدا کی تاکہ وہ آدم کے لئے آرام اور سکون کا موجب ہو۔ یعنی حوا کے بغیر آدم کے لئے تسکین اور آرام کی صورت اور کوئی نہ تھی لیکن یہی دو وجود جو ایک دوسرے کے لئے تسکین اور آرام اور راحت کا موجب ہیں کبھی کبھی انہیں لڑائی جھگڑے کا موجب بنا لیا جاتا ہے اور راحت اور سکون کی بجائے انسان کے لئے اس کا مد مقابل یعنی خاوند کے لئے بیوی اور بیوی کے لئے خاوند دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف دینے کا موجب بن جاتا ہے۔ ہزاروں خاوند ایسے ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بدترین عذاب ہوتے ہیں اور ہزاروں بیویاں ایسی ہیں جو اپنے خاوندوں کیلئے بدترین عذاب ہوتی ہیں ایسے مواقع کے لئے اسلام کا حکم ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے دے یا عورت مرد سے خلع کرا لے لیکن طلاق اور خلع سے پہلے اسلام نے کچھ احکام بیان کئے ہیں جس کو مد نظر رکھنا مرد اور عورت اور قاضیوں کا فرض قرار دیا گیا ہے تاکہ طلاق یا خلع عام نہ ہو جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ اَبْغَضَ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ

یعنی حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز خدا تعالےٰ کے نزدیک طلاق ہے جب طلاق حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے تو ایک مومن جس کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت ہے وہ اس چیز کے کس طرح قریب جا سکتا ہے جس کے متعلق وہ سمجھتا ہو کہ یہ اللہ تعالےٰ کو سخت ناپسندیدہ ہے۔ ہر کام جو جائز ہے ضروری نہیں کہ اُسے کیا بھی جائے ہر شخص جانتا ہے کہ بنارس کلکتہ مدراس یا بمبئی وغیرہ جانا حلال ہے لیکن کتنے ہیں جو ان جگہوں میں گئے ہیں اگر حلال کے یہی معنیٰ ہیں کہ اُسے ضرور کیا جائے تو پھر تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جن لوگوں کے پاس ان شہروں میں جانے کے لئے روپیہ نہیں تھا وہ اپنی جائیدادیں بیچ ڈالتے اور اس حلال کام کو ضرور سرانجام دیتے لیکن لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا بتاتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو بات حلال ہے ضروری نہیں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے بلکہ مناسب موقع اور محل کا خیال رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایک حلال کام کے کرنے سے ناپسندیدگی کے سامان پیدا ہوتے ہیں تو اس کام سے بہرحال اجتناب کیا جائے گا۔ مثلاً پیاز کھانا حلال ہے لیکن مسجد میں پیاز کھا کر جانا منع ہے کیونکہ وہاں لوگوں کو اس کی بُو سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح انسان کے لئے یہ حلال ہے کہ وہ سبز رنگ کا کپڑا پہنے یا اُودے رنگ کا کپڑا پہنے یا زرد رنگ کا کپڑا پہنے لیکن اگر کسی کا دوست کہتا ہے مجھے زرد رنگ اچھا نہیں لگتا یا کہے کہ یہ زرد رنگ کا کپڑا نہ پہنو تو وہ رنگ اچھا نہیں لگتا کیونکہ اس کے نزدیک۔ حلال وہ چیز ہے جو اس کی پسند کے مطابق ہو اور اس کی طبیعت کو اچھی لگتی ہو کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ حلال اور طیب چیزیں کھاؤ لیکن بعض لوگ بینگن نہیں کھاتے بعض لوگ کدو کو پسند نہیں کرتے اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ بینگن کیوں نہیں کھاتے تو وہ کہتے ہیں ہمیں پسند نہیں یا دوسرے شخص سے پوچھا جائے کہ آپ کدو کیوں نہیں کھاتے تو وہ کہتا ہے کہ میری بیوی اس کو ناپسند کرتی ہے اسی طرح جو لوگ مکان تیار کرتے ہیں وہ اپنے مذاق اور طبیعت کے مطابق مکان بناتے ہیں کوئی ایک منزلہ مکان بناتا ہے کوئی دو منزلہ اور کوئی سہ منزلہ کوئی مکان میں باغیچہ لگانا پسند کرتا ہے اور کوئی بغیر باغیچہ کے رہنے دیتا ہے اب یہ ساری چیزیں حلال ہوتی ہیں لیکن وہ سب پر عمل نہیں کرتا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہر حلال بات پر عمل کرنا ضروری نہیں لیکن جب بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ پیش آجائے تو یہ کہتے ہوئے کہ بیوی کو طلاق دینا جائز ہے فوراً بے سوچے سمجھے اُسے طلاق دے دی جاتی ہے حالانکہ بعض حلال چیزیں انسان اپنے نفس کی خاطر، بعض اپنے دوستوں کی خاطر اور بعض سوسائٹی کی خاطر ہمیشہ چھوڑ دیتا ہے درحقیقت ایسے موقعہ پر ایک مومن کی حالت یہ ہوتی ہے وہ اس حلال کو خدا تعالےٰ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ چونکہ یہ کام میرے خدا کو پسند نہیں اس لئے میں یہ کام نہیں کرتا تا میرا خدا مجھ پر ناراض نہ ہو۔ پس رشد و ہدایت یہ نہیں کہ طلاق کو عام کیا جائے بلکہ رشد و ہدایت یہ ہے کہ طلاق سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ حلال کے معنیٰ یہ ہیں کہ چاہو تو کر سکتے ہو یہ قانون کے لحاظ سے منع نہیں لیکن تمہیں دوسروں کے خیالات دوسروں کے جذبات، دوسروں کی ہمدردی اور دوسروں کے پیار کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے جس حلال پر عمل کرنے سے دوسروں کے خیالات دوسروں کے جذبات دوسروں کی ہمدردی اور دوسروں کے پیار کا خون ہوتا ہے وہ حلال نہیں بلکہ ایسا حلال ہے ایک جہت سے حلال ہے اور دوسری جہت سے حرام ہے جب لوگ اپنے دوستوں کی ناراضگی اور قوم کی ناراضگی کا خیال رکھتے ہیں تو کیا خدا تعالےٰ کی ناراضگی ہی ایسی چیز ہے جس سے انسان کو بے پرواہ ہو جانا چاہیئے کیا خدا تعالےٰ کی وجود ہی ایسا کمزور ہے کہ جس کی ناراضگی انسان کے لئے قابل اعتنا نہیں جب دنیوی اور سفلی عشق رکھنے والے لوگ اپنے محبوب کی تھوڑی

"بدقسمتی سے ہمارے ملک میں اسلامی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے یہ رواج ہو گیا ہے کہ معمولی معمولی جھگڑوں پر لوگ اپنی بیویوں سے کہہ دیتے ہیں کہ تمہیں تین طلاق تمہیں تین طلاق تمہیں تین بار طلاق حالانکہ اسلام نے اس بیوقوفی کی اجازت نہیں دی اور پھر آجکل کے وہ لوگ جو شریعت سے پورے واقف نہیں کہہ دیتے ہیں کہ تین دفعہ یکدم طلاق دینے کے بعد عورت سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ طلاق شرعی لحاظ سے ایک ہی طلاق ہے۔"

سے تھوڑی خفگی سے بھی ڈرتے ہیں اور اس کو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیتے تو ایک مومن رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کی یہ حدیث پڑھ کر یا سُن کر کہ اِنَّ اَبْغَضَ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ کس طرح آسانی سے یہ جُرأت کر سکتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرے جب شریعت کہتی ہے کہ تم اس اَبْغَضُ الْحَلَالُ کو اختیار کرنے سے پرہیز کرو تو ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ ایسے امور میں کمی پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اس بات کو میاں بیوی کے تعلقات کی کشیدگی کے وقت بھول نہ جائے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ طلاق اور خلع درحقیقت ایک ہی معنی رکھتے ہیں اگر مرد عورت کو چھوڑتا ہے تو وہ طلاق ہو جائے گی اور اگر عورت میاں سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اُسے آزاد کر دے تو وہ خلع کہلائے گا اور خلع بھی اَبْغَضُ الْحَلَال کے ماتحت ہی آئے گا جہاں تک نسوانی حقوق کا سوال ہے۔ خلع کا مسئلہ مسلمان بالکل بھول چکے تھے۔ جس کی وجہ سے عورتوں کے لئے ازحد مشکلات کا سامنا تھا۔ احمدیت نے ان کے اس حق کو قائم کیا اور عورتوں کو اُن تکالیف سے نجات دی جو ان حقوق کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان کو پہنچتی تھیں لیکن ساتھ ہی اس حدیث کے مضمون کو بھی لوگوں کے سامنے بوضاحت بیان کیا کہ ان دونوں رستوں کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اَبْغَضُ الْحَلَال ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ جب میاں بیوی میں کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو اس کو دور کرنے کے لئے حَکَم مقرر کئے جائیں جو کوشش کریں کہ ان کی کشمکش دور ہو جائے اور وہ پہلے کی طرح پیار اور محبت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ لیکن اگر ایسے ہی حالات پیدا ہو جائیں کہ صلح کی کوئی صورت نہ ہو سکے تو پھر خلع کی صورت میں قاضی کے سپرد یہ معاملہ کیا جائے اور وہ اس کا فیصلہ کرے بہرحال یہ امر اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ ذرا ذرا سی بات پر خلع اور طلاق تک نوبت پہنچا دینا نہایت افسوسناک امر ہے اور یہ اتنا گھناؤنا ہے اور ناپسندیدہ طریق ہے کہ ہر شریف آدمی کو اس سے نفرت ہونی چاہیئے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ پھر اگر (اوپر کی بیان کردہ دو طلاقوں کے گزر جانے کے بعد بھی خاوند اُسے تیسری) طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے لئے جائز نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اس کے سوا (کسی) دوسرے خاوند کے پاس نہ جائے لیکن اگر وہ بھی اُسے طلاق دے دے تو ان دونوں کو بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدوں کو قائم رکھ سکیں گے آپس میں دوبارہ رجوع کر لینے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں جنہیں وہ علم والے لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے۔

تفسیر:۔ پہلے فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ میں دو صورتیں بیان کی تھیں اب طلاق والی صورت کو علیحدہ بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تیسری طلاق بھی واقع ہو جائے تو اس صورت میں وہ عورت اس مرد کے لئے جائز نہیں ہوگی ہاں اگر وہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے اور پھر دوسرا بھی اُسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے اور پھر وہ پہلا شخص اور یہ عورت یقین رکھتے ہوں کہ وہ حدود اللہ کو قائم رکھ سکیں گے تو پھر ان دونوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔ حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ عَلَيْهَا فَاَرَادَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخِرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْاَوَّلُ (مسلم کتاب الطلاق) یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور پھر اس کی بیوی نے ایک اور شخص سے نکاح کر لیا۔ مگر اس نے بھی شادی سے قبل اُسے طلاق دے دی اس پر اُس کے پہلے خاوند نے چاہا کہ وہ دوبارہ اس عورت سے شادی کر لے اور اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں جب تک دوسرا خاوند اس سے صحبت نہ کرے اور پھر کسی وجہ سے اُسے طلاق نہ دے دے وہ پہلے کے لئے جائز نہیں ہو سکتی۔ غرض دوسرے خاوند کا ہم صحبت ہونا شرط ہے اس کے بغیر وہ پہلے خاوند کے عقد میں نہیں آ سکتی۔ مسلمانوں نے اپنے تنزل کے دور میں جہاں اور بہت سی خلافِ اسلام رسوم اپنے اندر داخل کر لی تھیں وہاں انہوں نے حلالہ جیسی گندی رسم بھی اپنے اندر داخل کر لی تھی یعنی انہوں نے طلاق بتہ کے بعد عورت کو اپنے پہلے خاوند کے نکاح میں لانے کا یہ نرالا ڈھنگ نکالا کہ مطلقہ عورت سے کسی غیر شخص کا صرف ایک رات کے لئے نکاح کر دیا جاتا اور وہ اس سے ہم صحبت ہوتا اور صبح اُٹھ کر وہ اس عورت کو طلاق دے دیتا تاکہ وہ اپنے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر سکے گویا اس نکاح کا ڈھونگ صرف اس لئے رچایا جاتا ہے کہ پہلے خاوند سے اس کا نکاح کیا جا سکے مگر اسلام اس طریق کو ناجائز قرار دیتا ہے اور حلالہ کرنے اور کروانے والوں پر لعنت ڈالتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ (ترمذی باب فی المحلل و المحلل لہٗ) یعنی اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے والے پر بھی اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہو اس پر بھی لعنت ڈالتا ہے پس حلالہ کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ اسلامی قانون یہی ہے کہ تین طلاق کے بعد عورت کسی اور مرد سے باقاعدہ شادی کرے۔ اور اپنی زندگی اس کے گھر میں گذارے پھر اگر کسی وجہ سے وہ بھی طلاق دے دے یا وفات پا جائے تو عورت اپنے پہلے خاوند سے نئے مہر اور ولی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے۔ اس کے بغیر نہیں۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مقررہ مدت (کی آخری حد) کو پہنچ جائیں تو یا تو انہیں مناسب طور پر روک لو یا انہیں مناسب طور پر رخصت کر دو اور انہیں تکلیف دینے کے لئے (اس نیت سے) کہ (بعد میں پھر) اُن پر زیادتی کرو مت روکو اور جو شخص ایسا کرے تو (سمجھو کہ) اُس نے اپنی جان پر ہی ظلم کیا ہے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی تمسخر نہ بناؤ اور تم پر جو اللہ کا انعام ہوا ہے (اس کو) یاد رکھو اور اسے بھی یاد رکھو جو اس نے اتارا ہے یعنی کتاب اور حکمت (کو) کہ وہ اس کے ذریعہ سے تمہیں نصیحت کرتا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ ہر ایک بات کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر:۔ اس آیت میں طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ سے مراد طلاق رجعی ہے اور بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ کے دو معنی ہیں اوّل میعاد کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جانا (۲) مدت کا گزر جانا اس جگہ پہلے معنے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب دوسری طلاق کے بعد مدت ختم ہونے لگے تو تمہیں رجوع کا اختیار حاصل ہے فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ میں دوبارہ اس مسئلہ پر زور دیا کہ عورتوں سے دو ہی قسم کے سلوک کرنے کا حکم ہے یا تو انہیں مناسب رنگ میں اپنے پاس رکھو یا مناسب رنگ میں رخصت کر دو یہ نہ ہو کہ تم اس نیت کے ساتھ رجوع کرو کہ بعد میں پھر اسے دُکھ دینے کا ایک موقع تمہیں میسر آ جائے گا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جو شخص عورت کو دُکھ دینے کے لئے ایسا کرے گا وہ بظاہر تو اپنی بیوی کو دُکھ دے رہا ہوگا لیکن درحقیقت اپنی جان پر ظلم کر رہا ہوگا اس لحاظ سے بھی کہ اس سے تمدن میں ابتری پیدا ہوگی اور اس لحاظ سے بھی کہ وہ عورت پر ظلم کر کے اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت لوگوں کے لئے مہیا کرے گا……

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کر لیں تو تم اُنہیں جبکہ وہ نیک طریق پر باہم رضامند ہو جائیں اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کر لینے سے مت روکو یہ (وہ بات) ہے کہ جس کی تم میں سے اس شخص کو جو اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتا ہے نصیحت کی جاتی ہے اور سمجھ لو کہ یہ بات تمہارے حق میں سب سے زیادہ برکت والی اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر:۔ اس آیت میں بَلَغْنَ کے وہ معنی نہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں بلکہ اس جگہ میعاد کے ختم ہونے کے معنی ہیں اور اَجَلَهُنَّ سے عدت والی مدت مراد ہے کہ جب وہ مدت پوری کر لیں اور آزادی کے زمانہ میں آ جائیں فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ میں ازواج کے متعلق اختلاف ہوا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے پہلا خاوند مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس سے صلح کرنے اس مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے طَلَّقْتُمْ سے مراد طلاق رجعی ہوگی تین طلاقیں مراد نہ ہوں گی (۲) بعض کہتے ہیں کہ خاوند سے مراد آئندہ ہونے والا خاوند ہے اس صورت میں طَلَّقْتُمْ سے مراد طلاق بائن ہوگی وہ کہتے ہیں کہ چونکہ پہلے بائن طلاق کا ذکر ہو چکا ہے اس لئے اب یہاں خاوند سے مراد نیا خاوند ہے پہلا خاوند نہیں مگر میرے نزدیک دونوں معنے ہو سکتے ہیں کیونکہ دنیا میں دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کسی جھگڑے کے بعد اُن کے خاندان کی مستورات دوبارہ اپنے پہلے خاوندوں کے گھروں میں بسنا چاہیں تو وہ روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب اس گھر سے تعلق قائم رکھنا ہماری غیرت کے خلاف ہے یا کہتے ہیں کہ آگے ہی بہت بدنامی ہو چکی ہے اب کب تک طلاقیں ہوتی چلی جائیں گی اللہ تعالیٰ نے انہیں نصیحت فرمائی ہے کہ ایسے مرد اور ایسی عورتیں جب آپس میں دوبارہ نکاح پر راضی ہو جائیں تو عورتوں کے رشتہ دار انہیں بدنامی وغیرہ کے خیال سے یا خاوند کے پچھلے اعمال پر ناراضگی کے سبب سے اپنی سابق خاوندوں سے نکاح کرنے سے روکیں نہیں۔

اس کے مقابل پر بعض لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دے کر بھی اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور اگر وہ کسی اور جگہ نکاح کرنا چاہیں تو اس میں سو سو روڑے اٹکانے کی کوشش کرتے ہیں اور عورت کی بُرائیاں دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ بھی متنفر ہو جائیں اور عورت کے نکاح میں روک واقع ہو جائے۔ رؤساء بالعموم ایسا ہی کیا کرتے ہیں وہ طلاق بھی دے دیتے ہیں اور عورتوں کو اور جگہ نکاح بھی نہیں کرنے دیتے۔ پس فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ سے یہ بھی مراد ہے کہ دوسرے نکاح کے متعلق عورتوں کے رستہ میں روکیں مت ڈالو اور یہ کہ اگر طلاق رجعی کی مدت ختم ہو جانے کے بعد عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کے ذریعہ پھر تعلق قائم کرنا چاہے تو اس کے رشتہ داروں کو روک نہیں بننا چاہیئے۔ مگر فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ سے یہ مراد نہیں کہ وہ عورت خود بخود جس سے چاہے بغیر ولی کی وساطت کے نکاح کر لے ولی کا ہونا بہر حال ضروری ہے اور اگر ولی نہ مانیں تو حکومت کی معرفت نکاح کرے۔

(منقول از تفسیر کبیر تفسیر سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۲۹ تا نمبر ۲۳۳)

مسئلۂ طلاق و خُلع اور فقہ احمدیہ

بعض مذاہب میں نکاح لازمی طور پر عمر بھر کا بندھن ہوتا ہے اور کسی حالت میں بھی اسے ختم نہیں کیا جا سکتا خواہ اس کا قائم رہنا فریقین کے لئے کتنی ہی شدید ذہنی اور جسمانی اذیت کا باعث ہو لیکن اسلام ایسی سختی کا روادار نہیں جو تقاضائے فطرت کے منافی ہو۔ اسلام میں نکاح کو اس کی بعض معاشرتی خصوصیات کی وجہ سے اگرچہ شرعی اور دینی تقدس حاصل ہے لیکن اصلاً چونکہ یہ ایک شراکتی معاہدہ ہے۔ اور فریقین کی یکساں رضامندی سے عمل میں آتا ہے نیز تمدنی مسائل اسلام نے عبادات اور معاملات دونوں سے اس کا تعلق رکھا ہے اس لئے اگر فریقین اس معاہدہ کو نبھانے کے قابل نہ رہیں یا آپس میں نباہ نہ کر سکیں اور وہ اس معاہدہ کو ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں تو باوجود اس کے دینی تقدس کے شریعت نے اس معاہدۂ نکاح کو ختم کرنے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کو نظرانداز نہیں کیا اور حتی الوسع انسان کو ایسے حالات سے بچانے کی کوشش کی ہے جو اس کے لئے ذہنی یا جسمانی اذیت کا باعث بنیں۔

دوسری طرف چونکہ اس معاہدہ کو دینی تقدس بھی حاصل ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کو ختم کرنے کو "اَبْغَضُ الْحَلَالِ" کہا ہے اور اس میں جلد بازی سے منع کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ نکاح حتی الامکان برقرار رہے اور صرف اسی صورت میں یہ تعلق ختم ہو جب حقیقتاً اس کے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آئے۔

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں میاں بیوی کی علیحدگی سے قبل اصلاح کی کوشش کی غرض سے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت ہے۔

۱۔ نشوز اور اس کی اصلاحی تدابیر

نشوز علیحدگی کا بنیادی سبب ہے اس بارہ میں اصلاحی تدابیر کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا (سورۃ النساء آیت ۳۵)

یعنی جن کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو تم انہیں نصیحت کرو اور انہیں خوابگاہوں میں اکیلا چھوڑ دو اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ نشوز کے تین درجے ہیں چنانچہ امام راغبؒ فرماتے ہیں۔

نُشُوْزُ الْمَرْأَۃِ بُغْضُھَا زَوْجَھَا وَ رَفْعُ نَفْسِھَا عَنْ طَاعَتِہٖ وَ عَیْنُھَا عَنْہُ اِلٰی غَیْرِہٖ

(المفردات للراغب زیر لفظ النشوز)

یعنی عورت کا نشوز یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند سے بغض رکھے اور اپنے آپ کو اس کی اطاعت سے بالا سمجھے اور اپنی آنکھیں دوسرے مرد کی طرف اٹھائے نشوز کے ان مختلف درجات کے لحاظ سے آیت کریمہ میں یہ ہدایت ہے کہ

الف:۔ نشوز کی پہلی صورت میں عورت کو حکمت کے ساتھ سمجھایا جائے

ب:۔ نشوز کی دوسری صورت میں ناراضگی کے طور پر اس سے کچھ مدت کے لئے ازدواجی تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔

ج:۔ اگر ان ذرائع سے اصلاح نہ ہو اور نشوز کی تیسری صورت کا سامنا ہو تو مرد کو اجازت ہے کہ وہ بیوی کی مناسب جسمانی تادیب کرے۔

۲۔ تحکیم

اصلاح کی ان مذکورہ بالا تدابیر کے ناکام ہونے کی صورت میں مرد اور عورت دونوں کے خاندانوں میں سے ایک ایک صاحب فہم و عدل نمائندہ مقرر کیا جائے۔ یہ دونوں حالات کا جائزہ لینے کے بعد وجہ فساد دور کرنے کی کوشش کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا

(سورۃ النساء آیت ۳۶)

یعنی اگر تمہیں ان دونوں میاں بیوی کے آپس کے تعلقات میں تفرقہ کا خوف ہو تو ایک نمائندہ اس مرد کے رشتہ داروں سے اور ایک نمائندہ اس عورت کے رشتہ داروں سے مقرر کرو پھر اگر وہ دونوں نمائندے صلح کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا اللہ یقیناً بہت جاننے والا اور خبردار ہے۔

پس اگر اس ذریعہ کو استعمال کرنے کے باوجود مصالحت نہ ہو سکے تو "اَبْغَضُ الْحَلَالِ" ہونے کے باوجود بامر مجبوری اسلام نے میاں بیوی کو بذریعہ طلاق یا خلع علیحدگی اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔

دفعہ نمبر ۲۲

"تعلق نکاح جب مرد کی طرف سے ختم کیا جائے تو اسے طلاق اور جب عورت کی طرف سے ختم کرنے کا مطالبہ ہو تو اسے خلع کہتے ہیں۔"

تشریح:۔ طلاق کے لفظی معنی "ازالۃ القید" کے ہیں یعنی قید سے رہائی اور آزادی دینا اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ مرد کی طرف سے تعلق نکاح کو ختم کیا جائے اور وہ زبانی یا تحریری طور پر یہ کہہ کر کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں عورت کو اس پابندی سے آزاد کر دے جو معاہدہ نکاح کے ذریعہ اس پر عائد ہوئی تھی طلاق دیتے وقت خاوند کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ طلاق کی کوئی وجہ بیان کرے۔ شریعت نے وجہ بیان نہ کرنے کی جو آزادی دی ہے اس میں عظیم مصلحتیں ہیں کیونکہ شارع کا منشاء یہ ہے کہ طلاق اگر ناگزیر ہی ہو جائے تو ناچاقی کی وجوہات کو منظرِ عام پر لائے بغیر ہی طلاق دی جائے تاکہ عورت کے نقائص یا کمزوریوں کا چرچہ نہ ہو۔

دفعہ نمبر ۲۳:۔

صحت طلاق اور اس کے مؤثر ہونے کے لئے مندرجہ ذیل تین شرائط ہیں۔

الف:۔ طلاق ہوش و حواس کی حالت میں پوری سوچ بچار کے بعد اپنی مرضی سے دی جائے۔ جلد بازی، غصہ اور جبر کے تحت دی گئی طلاق مؤثر نہ ہوگی۔[1]

ب:۔ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں خاوند نے اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق مؤثر نہ ہوگی۔

ج:۔ زبانی یا تحریری طلاق کی اطلاع بیوی کو دی جائے۔ قانوناً طلاق کا عمل اس وقت سے شروع ہوگا۔ جب بیوی کو اس کی اطلاع دی ہو اور اسی وقت سے عورت کی عدت شروع ہوگی۔[2]

[1]،[2] بعض فقہاء نے غصہ، جلد بازی اور جبر کی طلاق کو مؤثر مانا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری قرار نہیں دیا کہ طلاق کی اطلاع بیوی کو دی جائے لیکن فقہ حنفیہ احمدیہ فقہاء کی اس رائے کو درست تسلیم نہیں کرتی۔ تفصیل کے لئے دیکھیں بدایۃ المجتہد صفحہ ۲۶ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ صفحہ ۲۸۴)

دفعہ نمبر ۲۴:۔

طلاق کا ثبوت یا تو میاں بیوی دونوں کے اقرار سے ہوگا یا گواہوں کی گواہی سے مستند تحریر بھی گواہی کے قائم مقام سمجھی جا سکتی ہے۔

دفعہ نمبر ۲۵:۔

قابل رجوع یا قطعی ہونے کے لحاظ سے طلاق کے تین درجے ہیں۔

ا۔ طلاق رجعی

ب:۔ طلاق بائن

ج:۔ طلاق بتہ

تشریح:۔ جیسا کہ پہلے وضاحت آ چکی ہے کہ طلاق "ابغض الحلال (ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی کراھیۃ الطلاق صفحہ ۲۹۶) ہونے کی وجہ سے ایک انتہائی ناپسندیدہ فعل اور ایک ناگزیر برائی ہے اس لئے اس منزل تک پہنچنے سے پہلے انتہائی

سوچ بچار کر لینا ضروری ہے۔ اسی لئے شریعت نے تحکیم کی ہدایت کی ہے۔ اور تحکیم کے بعد اگر علیحدگی ضروری ٹھہرے تو بھی اس نازک تعلق کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے سے پہلے مرد کو بار بار سوچ بچار کرنے کے مواقع مہیا کئے ہیں اور اسی لئے الگ الگ وقتوں میں تین تین طلاق دینے کی رعایت خاوند کو دی گئی ہے۔

طلاق رجعی

طلاق رجعی وہ طلاق ہے جس میں عدت کے دوران خاوند رجوع کر سکتا ہے۔ مثلاً ایسے ایام میں جب کہ عورت حالت طہر میں ہو مرد صرف ایک طلاق دے۔ اس طلاق کے بعد خاوند عدت کے اندر بغیر کسی زائد شرط کے رجوع کر سکتا ہے یعنی اس طلاق کو واپس لے سکتا ہے اور عورت کو حسب سابق اپنی بیوی کے طور پر رکھ سکتا ہے۔

طلاق بائن

طلاق بائن وہ طلاق ہے جس میں خاوند رجوع تو نہیں کر سکتا البتہ عدت کے دوران یا عدت کے بعد بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے مثلاً نکاح کے بعد قبل از رخصتانہ و خلوت صحیحہ طلاق دے۔ یا بیوی کی طرف سے مالی معاوضہ لے کر اسے طلاق دے۔ یا طلاق کے بعد عدت گزر جائے تو طلاق کی ان سب صورتوں کو طلاق بائن کہتے ہیں۔

طلاق بتہ

طلاق بتہ وہ طلاق ہے جس میں نہ رجوع ہو سکتا ہے نہ دوبارہ نکاح جائز ہے گویا یہ طلاق فریقین کے درمیان قطعی تفریق کا باعث بن جاتی ہے اور ایسی ہی طلاق پر "حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" کی پابندی عائد ہوتی ہے۔

مزید تشریح

طلاق کی ان تینوں قسموں کی تشریح علی الترتیب درج ذیل ہے :-

۱:- طلاق رجعی :- طلاق کے حق کو استعمال کرنے کے بارہ میں اسلام کی اصولی ہدایت یہ ہے کہ مرد عورت کے طہر کے ایام میں صرف ایک طلاق دے اس کے بعد تین قروء یعنی تین حیض عدت گزرنے کے دوران اگر خاوند چاہے تو وہ بغیر کسی شرعی روک کے رجوع کر سکتا ہے (وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹) اور عدت گزرنے کے بعد گو علیحدگی مکمل ہو جائے گی لیکن اگر یہ دونوں چاہیں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

اس طرح طلاق دے کر اس کے بعد عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق آیات قرآنی کی روشنی میں دو مرتبہ ہے۔ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۰)

غرض جن حالات میں طلاق دے کر رجوع کرنے کا حق باقی رہے ان حالات میں دی گئی طلاق کو فقہ کی اصطلاح میں "طلاق رجعی" کہتے ہیں۔

طلاق رجعی کے بعد عدت کے دوران میں خاوند کو یہ حق ہے کہ وہ طلاق واپس لے لے جیسا کہ فرمایا :

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا

(سورۃ البقرہ آیت ۲۲۶)

اس لحاظ سے مرد کا یک طرفہ طور پر طلاق واپس لے لینا ہی رجوع کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ ابھی سابقہ نکاح قائم ہے اور بکلی انقطاع نہیں ہوا۔ رجعی طلاق گویا ایک معلق طلاق ہے۔ عدت کے دوران اسے واپس لیا جا سکتا ہے لیکن عدت گزرنے کے بعد "یہی طلاق" بائن ہو جائیگی

ب:- طلاق بائن :- وہ طلاق ہے جس کے نتیجہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق باقی نہیں رہتا البتہ باہمی رضامندی سے عدت کے دوران اور عدت گزرنے کے بعد دونوں صورتوں میں دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ مثلاً قبل از رخصتانہ یعنی مباشرت کا موقع ملنے سے پہلے طلاق دینا "بائن طلاق" کے حکم میں ہے۔ فقہاء نے خلع۔ مبارات[1] اور فسخ نکاح کو بھی طلاق بائن کے حکم میں رکھا ہے۔ اسی طرح رجعی طلاق عدت گذرنے کے بعد طلاق بائن بن جاتی ہے البتہ ایسی طلاق کے بعد نیا نکاح ہو سکتا ہے۔

ج:- طلاق بتہ - احکام قرآنیہ کے مطابق نکاح کے نتیجہ میں مرد کو تین طلاق کا حق ملتا ہے۔ یہ حق کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس بارہ میں فقہاء کے تین مسلک ہیں۔

۱- ایک مسلک یہ ہے کہ مرد کو اختیار ہے کہ وہ یہ حق جس طرح چاہے استعمال کرے چاہے تو بیک وقت یہ کہہ کر اپنا حق استعمال کر لے کہ "تجھے تین طلاق" یا "تجھے طلاق، تجھے طلاق۔ تجھے طلاق" یا وقفہ وقفہ کے بعد الگ الگ اوقات میں تین بار یہ حق استعمال کرے ہر طرح اسے اختیار ہے

۲- دوسرا مسلک یہ ہے کہ مرد یہ حق تین الگ الگ طہروں میں استعمال کر سکتا ہے مثلاً پہلے طہر میں پہلی طلاق دے۔ دوسرے طہر میں دوسری اور تیسرے طہر میں تیسری۔ اس طرح تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور دونوں یعنی مرد اور عورت میں دائمی فرقت ہو جائیگی

۳- تیسرا مسلک یہ ہے کہ مرد اپنا یہ حق استعمال کرنے میں آزاد نہیں بلکہ وہ بعض مخصوص شرائط[2] کے تحت ہی یہ حق استعمال کر سکتا ہے۔ اسی اختلاف کے باوجود تمام علماء امت کے نزدیک اسلام یہ پسند کرتا ہے اور اسے ترجیح دیتا ہے کہ خاوند کو تین طلاق دینے کا جو حق دیا گیا ہے وہ اسے بڑی احتیاط کے ساتھ استعمال کرے یعنی صرف ایک طلاق دے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ عدت کے اندر وہ رجوع کر سکے گا اور عدت کے بعد باہمی رضامندی سے ان کا دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔ مرد کے طلاق دینے اور اس سے رجوع کرنے کے مسئلے پر پیش آنے والی مختلف صورتوں کو سامنے رکھ کر فقہاء نے مختلف فتوے دیئے ہیں بعض فقہاء نے مرد کے رجوع کے حق کو زیادہ پابند کیا ہے ______

______

______

______ اور بعض فقہاء نے اس بارہ میں سہولت کو مدنظر رکھا ہے تاکہ میاں بیوی کا تعلق جو ظہور میں آچکا ہے۔ اسے حتی الامکان قائم رکھا جائے۔

فقہ حنفیہ احمدیہ نے سہولت کے طریق کار کو ترجیح دی ہے۔ فقہ احمدیہ کی رو سے ہر ممکن کوشش اس امر کی ہونی چاہیئے کہ فریقین اگر مائل بہ اصلاح ہوں اور وہ نکاح کو قائم رکھ سکیں تو اس سلسلہ میں شریعت کے اصل منشاء کو پیش نظر رکھا جائے جو یہ ہے کہ زوجین کے تعلق کو قطعی طور پر ختم کرنے سے پہلے ہر ممکن موقع رجوع کا دیا جائے۔

جماعت احمدیہ کا یہ مسلک قرآن و حدیث کے مختلف احکام کے عین مطابق ہے اور اس مسلک کی سند فقہائے سلف سے بھی ملتی ہے۔ حق طلاق کے استعمال پر پابندی کی ایک مثال یہ ہے کہ کوئی شخص تین طلاق کا حق ایک ہی دفعہ استعمال کرے۔ فقہائے حنفی کے نزدیک اگر اس طرح ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دیدی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں گویا طلاق بتہ یعنی مغلظ طلاق وقوع میں آجاتی ہے اور مرد کو رجوع یا دوبارہ نکاح کا حق حاصل نہیں رہتا۔

لیکن فقہ حنفیہ احمدیہ اسی طرح ایک نشست میں تین طلاق کے استعمال اور اس کے اس اثر کو تسلیم نہیں کرتی اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ جس بات کو شریعت نے "تین بار" پر موقوف کیا ہے وہ تین مختلف اوقات میں ہی ہونی چاہیئے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد[3] ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ یعنی ایسی طلاق جس میں رجوع ہو سکے دو دفعہ ہو سکتی ہے پھر یا تو مناسب طور پر روک لینا ہوگا یا حسن سلوک کے ساتھ تیسری طلاق دے کر رخصت کر دینا ہوگا۔

(۱- اس آیت سے پہلے ارشاد باری ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ہے یعنی جن عورتوں کو طلاق مل جائے وہ تین بار حیض آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آیت اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ میں "اَلطَّلَاقُ" سے اشارہ اسی اَلْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ کی طرف ہے اور مطلب یہ ہے کہ مرد کی طرف سے ایسی دو طلاقیں قابل رجوع ہو سکتی ہیں۔ جن میں سے ہر طلاق میں تین قروء کی عدت پوری ہو چکی ہو اور پھر اس طرح کی تیسری طلاق کے بعد حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی شرط عائد ہوگی۔

ب:- آیت میں "مَرَّتٰنِ" کا لفظ دو الگ الگ موقعوں پر طلاق دینے کا متقاضی ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ الگ الگ مواقع کون سے ہیں یہی مقام قابل غور ہے۔

صاحب نیل الاوطار لکھتے ہیں

اَلظَّاهِرُ اَنَّ الطَّلَاقَ الْمَشْرُوْعَ لَا يَكُوْنُ بِالثَّلَاثِ دَفْعَةً بَلْ عَلَى التَّرْتِيْبِ الْمَذْكُوْرِ وَهٰذَا اَظْهَرُ۔

(نیل الاوطار کتاب الطلاق باب ما جاء فی طلاق البتۃ الخ صفحہ ۲۴۲)

یعنی مسئلہ طلاق کے بارہ میں جو احادیث مروی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینے سے

[1] مبارات اظہار برأت۔ بیزاری کے اظہار کے تفصیل کے لئے دیکھیں دفعہ ۴۴

[2] ان مخصوص شرائط کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرماویں۔

[3] ۲۰۱ سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹-۲۳۰

تین طلاقیں نہیں پڑتیں بلکہ قرآن و حدیث میں مذکور ترتیب کے مطابق طلاق دینے کی ہدایت کی پابندی ضروری ہے اور یہی مسلک زیادہ واضح اور صحیح ہے۔

گویا احکام قرآنی اور ارشادات نبوی کے مطابق اکٹھی تین طلاقیں دینا مشروع نہیں ہے لہٰذا فقہ حنفیہ احمدیہ کے نزدیک اگر تین طلاقیں ایک دفعہ ہی دیدی جائیں تو ایک رجعی طلاق متصور ہوگی۔

ایک صحابی حضرت رکانہؓ نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں جس کا اسے بعد میں احساس ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس نے طلاق کس طرح دی تھی۔ اس نے بتایا کہ ایک ہی مجلس میں اس نے تین طلاقیں دیدی تھیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح تو ایک طلاق واقع ہوتی ہے تم رجوع کر لو (مسند احمد صفحہ ۲۶۵ دار قطنی صفحہ ۴۳۸۔ نیل الاوطار صفحہ ۲۲۶)

یہ بات مستند روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے سارے عہد خلافت اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک طلاق متصور ہوتی تھیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ شریعت کی دی گئی ایک سہولت کو بعض نادان لوگوں نے مذاق بنا لیا ہے تو یہ حکم صادر فرمایا کہ لوگوں کی اس جلد بازی پر گرفت کی جائے اور اس طرح کی دی ہوئی تین طلاقوں کو تین ہی متصور کیا جائے تاکہ لوگوں کو تنبیہ ہو (صحیح مسلم مصری کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث صفحہ ۶۵۲)

مگر حضرت عمرؓ کا یہ حکم تعزیر کا رنگ رکھتا ہے اور اسے دائمی حکم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں حنفی فقہاء نے ایک نشست میں تین طلاقوں کو تین تسلیم کیا ہے وہ بھی ایسی طلاق کو "طلاق بدعت" کا نام دیتے ہیں گویا اس کا ناپسندیدہ ہونا ان کے نزدیک بھی مسلّم ہے۔ پس فقہ حنفیہ احمدیہ اس بدعت کو شرعی حیثیت نہیں دیتی ہے کہ ایک نشست میں اس طرح دی گئی تین طلاقوں کے بعد اگر کوئی شخص پشیمان ہو اور رجوع کرنا چاہے تو اس کے رجوع کے حق کو تسلیم کیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر تین طلاق ایک ہی وقت میں دی گئی ہوں تو اس خاوند کو یہ فائدہ دیا گیا ہے کہ وہ عدت کے گذرنے کے بعد بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ طلاق ناجائز طلاق تھا اور اللہ اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق نہ دیا گیا ہے۔ دراصل قرآن شریف میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ امر نہایت ہی ناگوار ہے کہ پرانے تعلقات والے خاوند اور بیوی آپس کے تعلقات کو چھوڑ کر الگ الگ ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ اس نے طلاق کے واسطے بڑے بڑے شرائط لگائے ہیں۔ وقفہ کے بعد تین طلاق دینا اور ان کا ایک ہی جگہ رہنا وغیرہ یہ امور سب اس واسطے ہیں کہ شاید کسی وقت ان کے دلی رنج دور ہو کر آپس میں صلح ہو جائے ..... خدا تعالیٰ فرماتا ہے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" یعنی دو دفعہ کی طلاق ہونے کے بعد یا اسے اچھی طرح سے رکھ لیا جائے یا احسان سے جدا کر دیا جائے اگر اتنے لمبے عرصہ میں بھی صلح نہیں ہوتی تو پھر ممکن نہیں کہ وہ اصلاح پذیر ہوں۔" (البدر ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء بحوالہ فتاویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۴۹)

بہر حال فقہ حنفیہ احمدیہ کے نزدیک تین بار تک طلاقوں کا حق یا تو تین رجعی طلاقوں کی صورت میں استعمال ہوگا یا تین بائن طلاقوں کی صورت میں جس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے پھر عدت کے دوران رجوع کرے تو وہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی اس کے بعد اگر وہ دوبارہ طلاق رجعی دے اور پھر عدت کے اندر رجوع کرے تو یہ اس کی طرف سے دوسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب اس کے بعد جب تیسری مرتبہ طلاق دے گا تو وہ "طلاق بتہ" ہوگی اور اب عدت کے اندر رجوع کرنے اور عدت کے بعد نکاح کرنے کا حق باقی نہیں رہے گا کیونکہ وہ اپنا طلاق دینے کا حق تین مرتبہ استعمال کر چکا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے اور عدت کے دوران رجوع نہ کرے اس صورت میں عدت گذر جانے کے بعد ایک طلاق بائن* ہوگی (یا مثلاً قبل از خلوت طلاق دے جو بائن ہوتی ہے) اب وہ رجوع تو نہیں کر سکتا مگر دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔ اس دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق کا حق تین مرتبہ نہیں بلکہ صرف دو مرتبہ حاصل ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ اب طلاق دے اور رجوع نہ کرے اور عدت گذر جائے تو یہ اس کی طرف سے دوسری طلاق بائن ہوگی۔ اس کے بعد وہ پھر باہمی رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ ان کا تیسرا نکاح ہوگا جس کے نتیجہ میں صرف ایک طلاق کا حق اسے ملے گا یعنی اگر وہ اب طلاق دے گا تو یہ اس کی "طلاق بتہ" ہوگی اور دونوں میں قطعی جدائی ہو جائے گی نہ رجوع ہو سکے گا اور نہ دوبارہ نکاح۔ گویا طلاق بتہ کے واقع ہونے کے لئے دو طلاقوں کے درمیان یا تو رجوع داخل ہونا چاہیئے یا دوسرا نکاح۔ اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں تو خواہ کتنی بار وہ منہ سے طلاق کا لفظ بولے۔ طلاق ایک ہی متصور ہوگی۔ اس مسلک کو فقہاء سلف میں سے بعض نے (مثلاً امام شوکانی وغیرہ نے) تسلیم کیا ہے اور اسے "طلاق مغلظہ" کا نام دیا ہے

(روضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ کتاب الطلاق صفحہ ۲۱۲)

طلاق بتہ کے بارہ میں یہ نظریہ اگرچہ فقہائے احناف کے مسلک کے خلاف ہے لیکن فقہ حنفیہ احمدیہ آیات قرآنیہ اور احادیث الرسولؐ اور بعض ائمہ سلف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاءؓ کے احکام کی روشنی میں اسی پر

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

"عام طور پر اس زمانہ کے علماء یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے تین دفعہ طلاق کہہ دیا اس کی طلاق بائن* ہو جاتی ہے یعنی اس کی بیوی اس سے دوبارہ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے مگر یہ غلط ہے کیونکہ قرآن کریم میں صاف فرمایا گیا ہے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" یعنی وہ طلاق جو بائن نہیں وہ دو دفعہ ہو سکتی ہے۔ اس طور پر کہ پہلے مرد طلاق دے پھر یا طلاق واپس لے اور رجوع کرے یا عدت گذر نے دے اور نکاح کرے پھر ان کو یہ صورت میں دوبارہ طلاق دے پس ایسی طلاق کا دو دفعہ ہونا تو قطعی طور پر ثابت ہے۔ پس ایک ہی دفعہ تین یا تین سے زیادہ بار طلاق کہہ دینے کو بائن قرار دیدینا قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے طلاق وہی بائن ہوتی ہے کہ تین بار مذکورہ بالا طریق کے مطابق طلاق دے اور تین عدتیں گذر جائیں اس صورت میں نکاح جائز نہیں جب تک کہ وہ عورت کسی اور سے دوبارہ نکاح نہ کرے اور اس سے بھی اس کو طلاق نہ مل جائے۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ طلاق مذاق ہو گئی ہے اور اس کا علاج حلالہ جیسی گندی رسم سے نکالا گیا ہے۔"

(تفسیر صغیر زیر آیت سورۃ بقرۃ ۲۳۰ ایڈیشن ششم ۱۹۹۰ء)

بیٹھ جاتے ہیں کہ یہ جماعت اس بات کی قائل ہے کہ طلاق بائن کے بعد فریقین آپس میں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ طلاق تیسری مرتبہ بائن ہو جائے اور اسی کو "طلاق بتہ" یا "طلاق مغلظہ" کہا جاتا ہے اس کے بعد یہ دونوں مرد اور عورت باہمی رضامندی سے بھی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ حتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ کی قرآنی شرط پوری ہو یعنی عورت اپنی مرضی سے کسی دوسرے شخص سے شادی کرے اور پھر خاوند کے فوت ہو جانے یا کسی اور قدرتی وجہ[1] سے وہ عورت اس نکاح سے آزاد ہو جائے اور پھر وہ پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر راضی ہو تو اس طرح یہ دونوں پھر سے میاں بیوی بن سکیں گے

---

[1] قدرتی وجہ کی شرط اس لئے بیان ہوئی ہے کہ حلالہ کے طریق کی خرابی اور اس کے بطلان کو واضح کیا جائے "حلالہ" کا رواج بعض مسلمان فرقوں میں ہے اور اس کی صورت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کسی شخص نے غصہ میں آ کر یا نا سمجھی سے جلدی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں اس کے بعد دونوں پچھتائے اور آپس میں پھر سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

* اس جگہ بائن کا لفظ بے موقعہ کبریٰ یعنی طلاق بتہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ بعد کی عبارت سے ظاہر ہے۔

دفعہ نمبر ۲۴

خلع

اگر علیحدگی کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو اور وہ نکاح سے آزاد ہونے پر مصر ہو اور مرد طلاق دینے سے انکار کرے تو عورت اپنے حق مہر یا دیگر مالی منفعت کے عوض قاضی کے ذریعہ خلع حاصل کرسکتی ہے۔

تشریح:۔ خلع کے بارہ میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ

(سورۃ البقرہ آیت ۲۳۰)

یعنی تمہیں اگر اندیشہ ہو کہ میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات اب اس مرحلہ پر پہنچ گئے ہیں کہ ان میں نباہ نہیں ہو سکے گا اور وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور عورت علیحدگی پر مصر اور فدیہ یعنی بدل خلع دینے پر آمادہ ہو تو بیوی کے بدل خلع دینے اور میاں کے لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ تم انہیں اس طرح علیحدہ ہونے کی اجازت دیدو۔

اس فرمان کی مزید تشریح مختلف احادیث اور خلفائے راشدین کے عمل سے ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جمیلہ بنت سلول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے اپنے خاوند ثابت بن قیس کی دینداری اور خوش خلقی پر کوئی اعتراض نہیں لیکن میری طبیعت اس سے نہیں ملتی اندریں وجہ سے مجھے اس سے سخت نفرت ہے پس ایسے حالات میں میں اس کے حقوق ادا نہیں کر سکوں گی اور ناشکری کی مرتکب ہوں گی اس لئے مجھے علیحدگی دلوائی جائے۔ آپ نے فرمایا کیا مہر میں لیا ہوا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ بلکہ اس سے زیادہ بھی۔ آپ نے فرمایا مہر میں لیا ہوا باغیچہ واپس کردو اس سے زیادہ نہیں۔

(بخاری کتاب الطلاق باب الخلع صفحہ ۷۹۴ ابن ماجہ باب المختلعۃ تاخذ ما اعطاھا صفحہ ۱۴۹۔ دار قطنی صفحہ ۲۵۵۔ نصب الرایہ صفحہ ۲۴۳/۳)

مذکورہ بالا ارشاد سے خلع کے سلسلہ میں حسب ذیل پہلو واضح ہوتے ہیں:

(ا) جس طرح طلاق کے ذریعہ میاں کو علیحدگی کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح خلع کے ذریعہ بیوی کو علیحدگی طلب کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ب: خلع کی صورت میں بیوی کی علیحدگی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرے اور اس کی مدد سے علیحدگی اختیار کرے۔

ج: خلع کی صورت میں بیوی کو وہ مالی مفادات واپس کرنے ہوں گے جو وہ اپنے میاں سے حاصل کرچکی ہے اس کی واضح مثال مہر کی واپسی ہے۔

د۔ میاں خواہ راضی ہو یا راضی نہ ہو بیوی کے اصرار کی صورت میں قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا حکم صادر کرسکتا ہے ایسی علیحدگی کو خلع کہتے ہیں۔

ہ۔ خلع کی غرض ایک صحیح ہے (تفصیل کے لئے دیکھیں دفعہ نمبر ۲۸ تفت عورت) پس نفس خلع کے لحاظ سے عورت کو خلع طلب کرنے کا ایسا ہی حق ہے جیسا مرد کو طلاق دینے کا حق ہے۔ جس طرح کوئی شخص مرد کو طلاق دینے سے روک نہیں سکتا اسی طرح کوئی شخص عورت کو خلع لینے سے بھی نہیں روک سکتا۔

علامہ ابن رشد کا یہی مسلک تھا چنانچہ وہ خلع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"خلع عورت کے اختیار میں ہے بمقابلہ مرد کے اختیار طلاق کے جس طرح کسی وجہ سے عورت کو مرد کی طرف سے کوئی تکلیف ہو اور اس وجہ سے وہ اسے ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنے حق اختیار خلع کو استعمال کر کے علیحدگی حاصل کرسکتی ہے اس کے بالمقابل جب مرد کو عورت کی طرف سے تکلیف ہو اور وہ اسے نہ چاہتا ہو تو شارع نے اسے طلاق دینے کا اختیار دیا ہے۔"[1]

(و) خلع کے لئے بیوی کی اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے اسکی حکمت یہ بھی ہے کہ شادی کے موقع پر خاوند کم و بیش بعض مالی ذمہ داریاں اٹھاتا ہے اور بیوی یا اس کے والدین کے مطالبہ پر وہ بالعموم حق مہر کے علاوہ بھی زائد اخراجات برداشت کرتا ہے۔ اب اگر خاوند سے علیحدگی کے معاملہ میں عورت سراسر زیادتی کی مرتکب ہو رہی ہو اور خاوند کا کوئی قصور نہ ہو بلکہ وہ مظلوم ہو تو قاضی اس بات کو زیر غور لاسکتا ہے کہ خاوند پر یہ ناواجب مالی بوجھ کیوں پڑے اور کیوں نہ مہر کے علاوہ زائد خرچ بھی عورت سے واپس دلوایا جائے۔

اسی طرح اگر عورت مہر وصول کر چکی ہے تو اس کی واپسی کا معاملہ بھی قضاء یا عدالت حل کرسکتی ہے لیکن اگر خلع کے ذریعہ عورت کو بھی مرد کی طرح خود بخود علیحدگی کا اختیار ہو اور قاضی سے فیصلہ حاصل کرنا ضروری نہ ہو تو مہر یا دوسری مالی ذمہ داریوں کے بارہ میں تنازعہ پیدا ہوسکتا ہے۔ نیز بعض اوقات عورت اپنی ناسمجھی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے غلط بنیاد پر خلع کے لئے اصرار کر رہی ہوتی ہے جب معاملہ قاضی کے سامنے آئے گا تو قاضی کے لئے اس کو سمجھانے یا صورت حال واضح کرنے کا موقع میسر آسکتا ہے اور اس بات کا بڑی حد تک امکان ہے کہ عورت سمجھ جائے اور علیحدگی تک نوبت نہ پہنچے لیکن اگر عورت خلع لینے پر مصر ہو اور سمجھانے کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہے تو قاضی اس کے مطالبہ پر علیحدگی کا فیصلہ تو صادر کردیگا لیکن اگر وہ دیکھے گا کہ عورت ظلم کی مرتکب ہو رہی ہے اور اس کا رویہ جارحانہ ہے اور خاوند کا کوئی قصور نہیں تو وہ خلع کے فیصلہ کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کرسکتا ہے کہ خاوند نے عورت یا اس کے والدین کے مطالبہ پر جو کچھ بھی خرچ کیا ہے وہ خاوند کو واپس کیا جائے۔

اور جب تک وہ واپس نہ ہو اس وقت تک خلع کا فیصلہ ملتوی رہے۔

ز۔ طلاق کی صورت میں خاوند حق مہر اور دیگر تحائف وغیرہ جو وہ دے چکا ہے واپس لینے کا مجاز نہیں ہوتا لیکن خلع کی صورت میں عورت کو اکثر وہ مالی مفادات چھوڑنے ہوں گے۔ یا واپس کرنے ہوں گے جو وہ خاوند سے حاصل کرچکی ہے۔

اس سلسلہ میں ثابت بن قیس کی بیوی کا واقعہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے جیسے صحیح بخاری، نسائی کے علاوہ دیگر متعدد محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔

دفعہ نمبر ۲۵

خلع کے فیصلہ کے لئے قاضی کا صرف اس قدر اطمینان کافی ہے کہ عورت خود اپنی آزادانہ رائے سے خلع چاہتی ہے خلع کے مطالبہ کے لئے کسی اور وجہ کا اظہار یا ثبوت لازمی نہ ہوگا۔

تشریح:۔ وجوہات خلع میں صرف یہ وجہ کافی ہے کہ عورت کہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس رہنا یا اگر رخصتانہ نہیں ہوا تو اس کے پاس جانا پسند نہیں کرتی اور اسے اپنے خاوند سے نفرت ہے نفرت کی وجوہات ظاہر کرنے کی وہ پابند نہیں۔

صاحب نیل الاوطار احادیث خلع پر بحث کرتے ہوئے بطور خلاصہ لکھتے ہیں:

ظَاهِرُ أَحَادِيثِ الْبَابِ أَنَّ مُجَرَّدَ وُجُودِ الشِّقَاقِ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ كَافٍ فِي جَوَازِ الْخُلْعِ۔

(نیل الاوطار کتاب الخلع صفحہ ۲۴۹)

یعنی احادیث خلع پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جواز خلع کے لئے صرف یہ وجہ کافی ہے کہ میاں بیوی میں افتراق اور ناچاقی ہے اور وہ اب مل کر نہیں رہ سکتے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

---

[1] لَمَّا جُعِلَ الطَّلَاقُ بِيَدِ الرَّجُلِ إِذَا فَرِكَ الْمَرْأَةَ جُعِلَ الْخُلْعُ بِيَدِ الْمَرْأَةِ إِذَا فَرِكَتِ الرَّجُلَ۔ (بدایۃ المجتہد کتاب النکاح الباب الثالث فی الخلع صفحہ ۵۶/۲)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴:

لیکن چونکہ ان فرقوں کے نزدیک طلاق بتہ واقع ہوچکی ہے اور حتی تنکح زوجاً غیرہ کی شرط پوری کئے بغیر وہ آپس میں دوبارہ نکاح نہیں کرسکتے اس لئے کسی مرد کو تیار کیا جاتا ہے کہ وہ اس عورت سے نکاح کرے اور پھر مباشرت کے بعد اسے طلاق دیدے تاکہ وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرسکے لیکن یہ مصنوعی اور بے شرمی کے طریق کی اسلام نے ہرگز اجازت نہیں دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لعن اللہ المحلل والمحلل لہ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی التحلیل صفحہ ۲۸۴)

ایک نشست کی تین طلاقیں اور اُن کی حقیقت

از مکرم مولوی برہان احمد صاحب ظفر مبلغ سلسلہ ممبئی

خدا تعالیٰ نے انسان کو نفسِ واحدہ سے پیدا کیا پھر ان میں جوڑے بنائے جن کے ذریعہ سے نسلِ انسانی کی بقاء ہو رہی ہے۔ نسلِ انسانی کی بقاء کے لئے اور جائز طریق سے اولاد پیدا کرنے کے لئے ہر مذہب میں شادی بیاہ کا کوئی نہ کوئی طریق رائج ہے۔ اسلامی شریعت کی اصطلاح میں نکاح اسی کا نام ہے۔ یہ مرد اور عورت کے درمیان ایک معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے لئے بعض شرائط ہیں کہ نکاح کے لئے عورت کا جائز ولی ہونا چاہئیے۔ حق مہر کی شرط ہے۔ عورت مرد کی رضامندی لازمی ہے۔ پھر کئی باتوں کا دھیان لڑکا لڑکی کے گھر والے رکھتے ہیں۔ علمی لحاظ سے عمر اور غیر مذہب، دینداری، حسب و نسب کا لحاظ وغیرہ۔ پھر اس کا اعلان لازمی ہے تاکہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ دونوں جائز طریق سے ایک معاہدہ کی صورت میں اکٹھے ہوئے ہیں۔

نکاح چونکہ ایک معاہدہ ہوتا ہے اور دو انجان جو ایک دوسرے کی طبائع سے پوری طرح قبل از نکاح واقف نہیں ہوتے نکاح کے بعد آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے متعارف ہونا شروع ہوتے ہیں اور اگر کہیں طبائع میں اختلاف پایا جائے تو اس کو حتی الوسع دور کرتے اور اس نکاح کے پاکیزہ رشتہ کو مضبوط کرتے جاتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ طبائع باوجود کوشش کے میل نہیں کھاتیں اور یہ اختلاف آہستہ آہستہ ایک نزاع کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اور باوجود لاکھ کوشش کے کوئی سمجھوتہ نہیں ہو پاتا تو ایسی صورت میں اسلام جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے جدا ہو جانے کا حق دیتا ہے۔ لیکن خوشی سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ "حلال باتوں میں سے اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال بات طلاق ہے۔"

اگر یہ جدائی مرد کی طرف سے ہو کہ وہ عورت کو اپنے ساتھ رکھنا نہیں چاہتا تو "طلاق" کہلائے گی۔ اور اگر یہ جدائی عورت کی طرف سے ہو کہ وہ اس مرد کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی "خلع" کہلائے گی۔ نکاح اور طلاق کے معاملہ میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق برابر ہیں۔ اور ان ہر دو معاملات کے لئے اسلام نے بعض قواعد بیان کئے ہیں۔

شادی بیاہ کے اصول تمام مذاہب میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن آپس کی اکثر ناچاقیوں کی بناء پر جس سے ایک جنت نما گھر جہنم کا کنواں بن جاتا ہے اس سے چھٹکارا پانے کا اصول سوائے دینِ فطرت اسلام کے اور کسی دین میں نہیں پایا جاتا۔ یورپ میں جس وقت طلاق کا قانون پاس ہوا تو لاکھوں عورتوں اور مردوں نے چین کا سانس لی کیونکہ مذہبی اعتبار سے تو وہ تیار نہیں تھے لیکن یورپی قانون نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور اس بات کو اس وقت کئی اخباروں نے شائع کیا۔

ہندو قوم میں بھی عورت مرد کی علیحدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مرد خواہ کتنا بھی ظلم کرے عورت اس کے رحم و کرم پر ہی زندگی گزارتی ہے اور عورت خواہ کیسی بھی ہو مرد کو اُسے علیحدہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اگر بدقسمتی سے عورت کسی ایسے مرد کے پلے پڑ جائے جو مردانگی قوت نہ رکھتا ہو تب بھی اس عورت کو اپنی پوری زندگی اس مرد کے ساتھ ہی گزارنی ہے۔ جذبات تو بہرحال پورے نہ ہوں گے اس کو نیوگ کے طریق سے اولاد غیر مردوں سے حاصل کرنے کی اجازت ہے لیکن اپنے خاوند سے علیحدگی کی نہیں۔

سوامی دیانند جی کی کتاب ستیارتھ پرکاش میں درج ہے کہ:-

"۱۰۶- عورت یا مرد کا چھوڑنا کبھی نہ ہونا چاہئیے۔"

پھر مرد عورت کی جدائی کی اقسام بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"دوم۔ اولاد کہیں کام کے لئے ملک غیر میں چلا جانا۔ اور دوسرے محبت سے جدائی ہو جانی۔"

(ستیارتھ پرکاش ص ۱۳۳ اُردو)

یہی وجہ ہے کہ غیر مذاہب میں عورتوں کو بلی کا بکرا بنایا جاتا اور اُن سے نجات حاصل کر لی جاتی ہے یا پھر اُن سے نجات حاصل کرنے کے لئے اُن کو اس قدر پریشان کیا جاتا ہے کہ وہ خودکشی کر لیں اور مردوں کے لئے راستہ ہموار ہو۔ چونکہ جدائی کا یہی ایک طریق ہے۔

اسلام کے سوا دیگر جتنے بھی مذاہب ہیں وہ حالات کے مطابق اپنے مذہبی قانون کو تبدیل کرتے رہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ اسلام میں بنیادی شریعت کے قانون تبدیل نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور اسلام تمام مذاہب کا خلاصہ ہے۔ اور ہر ضرورت اس میں بیان شدہ ہے جبکہ دیگر مذاہب کی شریعتیں کامل شریعت سے عاری ہیں اور اسلامی تعلیم کا ایک حصہ ہیں جن کا بعد میں بہت سا حصہ دریا برد ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ جب ہمارے شرعی قوانین میں تبدیلی کی اجازت ہے تو پھر اسلام تبدیلی کی اجازت کیوں نہیں دیتا۔ ایسی خواہش رکھنے والی طاقتیں وقتاً فوقتاً ایسی تحریکات چھوڑتی رہتی ہیں اور پھر اُن کو ہوا دیتی ہیں۔ انہی اُٹھائی ہوئی باتوں میں سے ایک مسئلہ طلاق کا بھی ہے۔

ان مسائل پر ہم جتنی بھی تنقیدی بحثیں کر لیں ہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہوں گے جب تک ہم حقیقی اسلامی تعلیم سے لوگوں کو آشنا نہیں کروائیں۔ صرف ایک عالم کی بات پر یقین کر کے چلنے والے رواج کو ختم کر کے خود علم کو سیکھنا ہوگا اور دوسروں کو سکھانا ہوگا جب تک ہم اسلامی تعلیم کو عام نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو قرآنی تعلیم کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ہی ہم اس جیسے مسائل سے چھٹکارا پا سکتے ہیں جس میں اس وقت مسلمانوں کو گرفتار کر دیا گیا ہے۔ جب ہم ان مسائل کو عام کریں گے تو اس کا نتیجہ اس شکل میں ظاہر ہوگا کہ ہم ایسے جھگڑوں سے نجات بھی پائیں گے اور اسلام کی حسین تعلیم کو تمام دنیا کے سامنے بڑی شان کے ساتھ پیش کرتے ہوئے لوگوں کو مطمئن بھی کر سکیں گے۔ اس لئے مرد اور عورت دونوں کو ہی تعلیم یافتہ ہونا چاہئیے تب ہی وہ باعمل بن سکتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ طلاق ناگزیر حالات میں دی جاتی ہے اور کن مراحل میں سے گزر کر طلاق تک نوبت آتی ہے اس بات کو عام طور پر پیش ہی نہیں کیا جاتا اور عام طور پر لوگوں کے ذہن میں یہ بات آ گئی ہے کہ طلاق کسی وقت بھی اور کسی تنبیہ کے دی جا سکتی ہے اور اس کے لئے کسی شرط کا پورا کرنا ضروری نہیں اور یہ گڈے گڑیا کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نکاح کرنا بہت آسان ہے لیکن طلاق دینا بڑا مشکل جب کہ موجودہ حالات میں طلاق آسان اور نکاح کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کو علیحدگی سے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں میاں بیوی کی علیحدگی سے قبل اصلاح کی کوشش کرنے کو ضروری قرار دیا ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے:

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ
وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ
وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ
فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ط

(سورۃ النساء آیت ۳۵)

یعنی جن کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو تم انہیں نصیحت کرو۔ اور انہیں خوابگاہوں میں اکیلا چھوڑ دو اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو اُن کے خلاف کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔"

عورت کو طلاق دینے کی جو وجوہات ہو سکتی ہیں اُن کو اختصار کے ساتھ اس آیت میں بیان کر دیا گیا ہے اور اس کا ابتدائی علاج بھی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً عورت سے مرد کی ناراضگی اس بناء پر ہوتی ہے کہ وہ مرد کی اطاعت کو اپنے پر ضروری نہیں سمجھتی

قرآن کریم نے اس کے متعلق فرمایا :۔
تم نصیحت کرو حکمت عملی کے ساتھ اگر وہ نصیحت مان لیتی ہیں تو اچھی بات ہے۔ لیکن اگر نصیحت سے کام نہ ہوتا ہو تو پھر تم دوسرے اصلاح کے طور پر اُن کو اپنی خواب گاہوں سے الگ کر دو اور اکیلا چھوڑ دو تاکہ انہیں مرد کی ناراضگی کا احساس ہو جائے اور وہ اپنی اصلاح کر لیں۔

پھر تیسرے مرحلے پر فرمایا کہ اگر یہ دونوں اصلاح بھی کارگر ثابت نہ ہوں تو پھر تم اُن کو بدنی سزا بھی دے سکتے ہو۔ لیکن یہ سزا عیب سے بڑے مریضانہ عوارض کے طور پر ہے جو مرد خود سے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر عورت یہ خیال کرے کہ مرد اس پر بلا وجہ ظلم کرتا ہے تو عورت کو قاضی کے پاس جانے اور شکایت کرنے کی اجازت ہے۔ اگر کوئی سمجھدار جوڑا ہو گا تو اس حد تک پہنچ جانے پر اپنے اندر ضرور تبدیلی پیدا کرے گا اور اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ پھر مرد کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان تدابیر سے اصلاح ہو جائے تو پھر اُن عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بہانے نہ بنایا کرو۔ لیکن اگر اصلاح نہ ہوتی ہو اور معاملہ آگے بڑھ جائے تو پھر فرمایا :۔

”وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۔“ (سورۃ النساء آیت ۳۶)

یعنی اگر تمہیں ان دونوں میاں بیوی کے آپس کے تعلقات میں تفرقہ کا خوف ہو تو ایک نمائندہ اس مرد کے رشتہ داروں سے اور ایک نمائندہ اس عورت کے رشتہ داروں سے مقرر کرو۔ پھر اگر وہ دونوں صلح کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا اللہ یقیناً بہت جاننے والا اور خبردار ہے۔

مندرجہ بالا طریق صلح کے بعد بھی اگر اتفاق ممکن نہ ہو سکے تو پھر طلاق کی نوبت آتی ہے۔ جس کے لئے اَبْغَضُ الْحَلَال بیان کیا گیا ہے اور یہ بات بامر مجبوری ہو گی۔ ان قرآنی احکامات پر غور کرنے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ طلاق اچانک پیش آنے والا حادثہ نہیں ہے بلکہ طلاق اگر دی بھی جائے گی تو ان مراحل سے گزرنے کے بعد۔

صحیح طلاق کے لئے بھی چند شرائط ہیں اگر یہ شرائط پوری نہ ہوں تو بھی مؤثر نہ ہو گی۔

(۱) :۔ طلاق ہوش و حواس کی حالت میں پورے سوچ بچار کے بعد اپنی مرضی سے دی جائے۔ جلد بازی، غصہ اور جبر کے تحت دی گئی طلاق مؤثر نہ ہو گی۔ اس بارے میں بعض فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور وہ غصہ، جلد بازی اور جبر کی طلاق کو مؤثر مانتے ہیں۔ لیکن اگر گہرائی سے سوچا جائے تو قرآن کریم کے ارشاد کے خلاف یہ بات معلوم ہوتی ہے اور قرآن کریم ہی حاکم ہے۔ لیکن اگر فقہا نے ایسی حالت میں دی جانے والی طلاق کو مؤثر مانا ہے تو وہ محض اس لئے تاکہ لوگ ایسی قبیح حرکت سے باز رہیں اور غلطی سے بھی اس فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ طلاق دینے کی اوّل شرط جو اوپر بیان کی گئی ہے وہ فطرت کے عین مطابق ہے۔ آج کے زمانہ میں دو تہائی طلاقیں اکثر ایسی ہی ہوتی ہیں اور جب آدمی ہوش میں آتا ہے تو پچھتاتا شروع کرتا ہے۔ ایسی طلاقوں کے بعد دونوں میاں بیوی ایسے رشتے سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں جس کا کوئی جواز نہیں (اس کی تفصیل آگے آئے گی)

(۲) :۔ طلاق کے مؤثر ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں خاوند نے اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ ورنہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق بھی مؤثر نہ ہو گی۔ جس کا اشارہ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ میں موجود ہے۔

(۳) :۔ تیسری شرط یہ ہے کہ طلاق کا علم بیوی کو زبانی یا تحریری ہونا چاہیئے کیونکہ طلاق کا عمل اسی وقت شروع ہو گا جب بیوی کو اس کی اطلاع ہو جائے گی اور اسی وقت سے ہی عورت کی عدت شروع ہو جائے گی۔ بعض فقہا کے نزدیک عورت کو اطلاع دینا ضروری نہیں ہے لیکن یہ رائے درست نہیں۔

مندرجہ باتوں کی تفصیل کے لئے (زادالمعاد جلد ۲ صفحہ ۶۶) کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ صفحہ ۲۸۹ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ الغرض طلاق کے مؤثر ہونے کے لئے درج بالا شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اور طلاق کا ثبوت میاں بیوی دونوں کے اقرار سے ہو گا یا پھر گواہوں سے جن کے سامنے اس نے طلاق دی ہو یا پھر مستند تحریر بھی گواہی کے قائم مقام سمجھی جا سکتی ہے۔ جہاں تک طلاق کی اقسام کی بات ہے وہ تین طرح کی ہیں۔ اور اسلام کی یہ تین اقسام اس کے قطعی یا رجوع ہونے کے اعتبار سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں :۔

(۱) :۔ طلاق رجعی (۲) طلاق بائن (۳) :۔ طلاق بتہ۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ طلاق اسی صورت میں دی جاتی ہے جبکہ اصلاح کی تمام تر کوششیں ناکام ہو گئی ہوں کیونکہ یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ مرد جب طلاق دے گا تو وہ طلاق رجعی کہلائے گی جس کی عدت تین طہر ہے۔ اور اس میں تین طہر کے درمیانی عرصہ میں مرد کو رجوع کا حق حاصل ہے اس طرح طلاق اوّل دینے کے بعد چونکہ تین طہر تک مرد رجوع کا حق رکھتا ہے اسی لئے اس کو طلاق رجعی کہا جاتا ہے۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے تو اس کے بعد بھی مرد اور عورت پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے :۔

لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۔ (الطلاق آیت ۲)

یعنی اُن کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ ایک کھلے گناہ کی مرتکب ہوں۔ (مطلب یہ کہ اگر وہ نکلیں گی تو کھلے گناہ کی مرتکب ہوں گی) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو کوئی بھی اللہ کی حدود کو توڑتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ اے طلاق دینے والے تجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور ظاہر کر دے۔

طلاق دینے کے بعد یہ شرط لگائی کہ عدت کے دوران مرد عورت کو اپنے گھر سے نہیں نکالے گا اور عورت کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی مرد کے گھر سے خود بخود نہیں نکلے گی اور اگر وہ نکلے تو گناہ کی مرتکب ہو گی۔ اس بات کو بیان کر کے فرمایا کہ یہ خدا کی حدیں ہیں ان کو نہ توڑو۔ اور اگر تم ان حدود کو توڑو گے تو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہو گے۔ گھر سے نہ نکالیں اور نہ نکلیں کی جو شرط لگائی ہے اس کا فائدہ ان الفاظ میں موجود ہے کہ تجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ اس واقعہ کے بعد کچھ اور ظاہر کر دے کہ جب دونوں میاں بیوی ایک ہی جگہ ایک ہی چھت کے نیچے رہیں گے اور تین طہر کی عدت گزاریں گے تو کسی وقت بھی مرد کا رجحان عورت کی طرف ہو سکتی ہے یا عورت اپنے خاوند کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال کر اسے اپنی طرف مائل کر سکتی ہے۔ اور رجوع ممکن ہو سکتا ہے۔ اور یہ فائدہ طلاق کے بعد بھی حاصل ہو گا کہ وہ عدت کے درمیان رجوع کر سکتے ہیں۔

اس وقت ایک بیٹھک میں دی گئی تین طلاقوں کی جو بات کی جا رہی ہے اور اس کو درست مانا جا رہا ہے اس میں قرآن کریم کی اس آیت کی روشنی میں کوئی بھی فائدہ حاصل کرنے کا جواز باقی نہیں رہتا کیونکہ جب مغلظہ ہو گئی تو پھر اس کو گھر رکھنے کی بات ختم ہو گئی کیونکہ گھر سے نہ نکالنے اور نہ نکلنے کی بات کو اس وقت تک ہی فائدہ ہے کہ جب تک رجوع کا حق حاصل ہو جب رجوع کا حق ہی ختم ہو گیا تو پھر ایک بیٹھک میں دی گئی تین طلاقوں کے بعد عورت گھر میں کیوں رُکے اور کیوں عدت کی جائے جبکہ قرآن کریم کا واضح حکم ہے کہ عدت کی مدت تک اس کو گھر سے نہیں نکالنا تو پھر کیا ایک بیٹھک میں دی گئی تین طلاقوں کو طلاق مغلظہ مان کر قرآن کریم کی اس آیت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خدا کی حدود کو نہیں توڑا جا رہا ہے جب یہ طریق ہی قرآن کریم کے حکم کے خلاف ہوا تو جائز کیسے ہو سکتا ہے۔

اس جگہ کچھ اور تفصیل بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم نے جو اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ والی بات کی ہے وہاں اُن طلاقوں کا بیان ہے جو عدت کے دوران رجوع کا اور عدت گزر جانے کے بعد نئے نکاح کا حق رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (البقرہ آیت ۲۲۹)

یعنی وہ عورتیں جن کو طلاق ہو گئی ہو وہ تین (بار) حیض آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ سوال یہ ہے کہ انہیں روکے رکھنے کا کیا فائدہ ہے اس کا ذکر اسی آیت میں آگے آتا ہے کہ :۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا (البقرہ)

یعنی اور اگر اُن کے خاوند باہمی اصلاح کا ارادہ کرلیں تو وہ اس (مدت) کے اندر اُن کو (اپنی زوجیت میں) واپس لے لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

اس آیت کے دونوں حصوں پر غور کریں تو صاف معلوم پڑتا ہے کہ عورت نے جو تین طہر تک اپنے آپ کو اپنے خاوند کے گھر میں ہی روکے رکھنا ہے وہ صرف اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ باہمی رضامندی سے اصلاح کا ارادہ کرتے ہوئے پھر اکٹھے ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ نے تو طلاق کے بارے میں اس قدر نرمی بیان کی ہے لیکن آج بعض علماء اس معاملہ میں قرآن کریم کے اس حکم کے خلاف انتہائی درجہ سختی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

دین کے متعلق تو آیا ہے الدین یسر کہ دین آسانی پیدا کرنے کے لئے ہے لیکن بعض علماء اس آسانی کو سختی میں تبدیل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ الطلاق مرّتٰن میں جو دو طلاقوں کا ذکر ہے وہاں انہیں دو طلاقوں کی بات ہو رہی ہے جو کہ لوٹائی جا سکتی ہے اور آپسی صلح کی صورت عدت کے دوران نکل سکتی ہے یا پھر عدت کے بعد دوبارہ نکاح کے حق کو قائم رکھتی ہے۔ جہاں تک ایسی طلاق کا تعلق ہے جو بالکل علیحدگی والی ہو تو اس کا ذکر اس کے بعد آتا ہے کہ اب دو طلاق کے بعد یا تو تم اس کو مناسب طور پر روک لو یا پھر احسان کرتے ہوئے اسے تیسری طلاق دے کر رخصت کر دو۔

یہ بات مستند روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی متصور ہوتی تھیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ شریعت کی دی گئی ایک سہولت کو بعض نادان لوگوں نے مذاق بنا لیا ہے تو یہ حکم صادر فرمایا کہ لوگوں کی اس جلد بازی پر گرفت کی جائے تاکہ لوگوں کو تنبیہ ہو۔ گویا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم تعزیری رنگ رکھتا ہے۔ اور اس کو دائمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ حکم آپ کے عہد تک دوام رکھتا ہے۔ اور شریعت کا حصہ قطعاً نہیں بن سکتا۔ اس تعلق سے مسلم شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ طلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی دو برس تک ایسا تھا کہ جب کوئی ایک بار گی تین طلاق دیتا تھا تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے جلدی کرنا شروع کی جس میں اُن کو مہلت ملی تھی سو ہم اس کو اگر جاری کر دیں تو مناسب ہے۔ پھر اُنہوں نے جاری کر دیا۔ (یعنی حکم دیا کہ جو ایک بارگی تین طلاق دے تو تین خیال کی جائیں گی)۔

(صحیح مسلم کتاب الطلاق باب طلاق الثلاث صفحہ ۹۱-۹۲ مطبوعہ دار المعارف بمبئی۔ ۳)

ایسی ہی ایک روایت ابو الصہبا سے بھی اسی کے مطابق درج ہے۔ بات یہی ہے کہ کوئی بھی وقتی حکم شریعت نہیں بن سکتا یہ حکم اس وقت سزا کے طور پر تھا لیکن وہ شریعت نہیں بنی اور نہ بن سکتی ہے۔

جہاں تک علماء نے تین طلاقوں والی احادیث کو پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ناراضگی کو بیان کر کے لوگوں پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دی گئیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ورنہ آپ اس قدر ناراض نہ ہوتے تو اُن کی یہ بات بھی غلط ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلاق کو تو پہلے ہی ابغض الحلال بیان کر چکے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور آپ ناراض نہ ہوں اور اگر آپ کو کسی کے متعلق شرعی لحاظ سے دی گئی تین طلاقوں کے بارے میں علم ہوتا تو آپ اس سے زیادہ ناراض اس لئے ہوتے کہ ایک پاک رشتہ کو اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے منقطع کر لیا جس کے بعد رجوع کی اُمید ختم ہو گئی۔

بہر حال تین طلاقوں کا حق دو رجعی اور ایک بائن طلاق کی صورت میں یا پھر تین بائن طلاقوں کی صورت میں ہے۔ جس کی شکل اس طرح بنے گی۔ ایک مرد اپنی بیوی کو طلاق دے پھر عدت کے دوران رجوع کرے، اس کے بعد اگر پھر طلاق دے اور عدت کے دوران رجوع کرے تو یہ اس کی دو طلاقیں شمار ہوں گی۔ اب اس کو طلاق رجعی کا حق نہیں ہے اگر وہ پھر طلاق دیتا ہے تو وہ طلاق بتہ کہلائے گی جس میں نہ تو رجوع کا حق حاصل ہے اور نہ ہی عدت کے بعد نکاح کا حق حاصل ہے۔ کیونکہ وہ مرد اپنا طلاق دینے کا حق تین مرتبہ استعمال کر چکا ہے۔

دوسری صورت طلاق کی یہ ہوگی کہ ایک شخص اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دے اور دوران عدت رجوع نہ کرے تو وہ عدت گذرنے کے بعد طلاق بائن ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس طلاق دینے والے مرد کو رجوع کا حق نہیں۔ البتہ اگر وہ باہم رضامند ہوں تو پھر وہ نئے نکاح کے ساتھ اکٹھے ہو سکتے ہیں (سورۃ البقرہ ۲۳۳) اس دوسرے نکاح کے بعد اب مرد کے پاس دو طلاقیں دینے کا حق رہ جاتا ہے۔ اگر مرد پھر دوسری مرتبہ طلاق دے، اور عدت کے دوران رجوع نہ کرے تو اس کی دوسری طلاق بائن ہو جائے گی۔ لیکن باہمی رضامندی کے ساتھ پھر تیسری مرتبہ نکاح کر کے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اس طرح دو طلاقوں کا حق ختم ہو کر صرف ایک طلاق کا حق باقی رہتا ہے اگر اب مرد طلاق دے تو یہ تیسری طلاق کہلائے گی جس کے بعد نہ رجوع کا حق ہے اور نہ ہی نئے نکاح کا بلکہ یہ تیسری طلاق "طلاق بتہ" کہلائے گی۔ الغرض طلاق بتہ کے واقع ہونے کے لئے دو طلاقوں کے درمیان یا تو رجوع حائل ہونا چاہیئے یا پھر دوسرا نکاح اگر ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت واقع نہیں ہوتی تو طلاق دینے والا اپنے منہ سے خواہ کتنی مرتبہ بھی طلاق کا لفظ بولے وہ ایک ہی طلاق متصور ہو گی۔ اس مسلک کو بعض فقہاء حنفیہ نے مثلاً امام شوکانی وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ اور اسے "طلاق مغلظہ" کا نام دیا ہے۔

(دیکھیں۔ روضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ کتاب الطلاق صفحہ ۲۱۲)

یہاں ایک بات کی اور وضاحت کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب کوئی مرد اپنی عورت کو طلاق رجعی دیتا ہے اور رجوع نہیں کرتا تو وہ عدت گزرنے کے بعد طلاق بائن ہو جاتی ہے تو جہاں اس عورت اور مرد کو باہمی رضامندی سے دوسرے نکاح کی اجازت ہے وہاں وہ عورت بالکل آزاد بھی ہے وہ جہاں چاہے وہاں نکاح کر سکتی ہے۔ طلاق بائن کی صورت میں اسی خاوند سے دوبارہ نکاح کی کوئی شرط نہیں ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کو لوگ نہیں سمجھتے طلاق دینے والے مرد یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم تین طلاقیں نہ دیں گے یہ عورت ہم سے کلی طور پر جدا نہیں ہو سکتی اور عورت بھی یہ خیال کرتی ہے کہ جب تک میرا خاوند مجھے تین طلاقیں نہ دے اس وقت تک میں کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کر سکتی یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جب بھی طلاق رجعی طلاق بائن ہو جائے گی اس کے بعد پھر وہ عورت آزاد ہو جائے گی اور ایک عام عورت کہلائے گی وہ جہاں چاہے شادی کرے۔ یہی وہ خاص وجہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو تین طلاقیں دے کر فوراً اس سے نجات حاصل کرنے کی سوچتا ہے حالانکہ مرد ایک طلاق رجعی دے کر خاموش ہو جائے تو بھی یہ ایک طلاق اس کو وہی فائدہ دے گی جو اسے تین طلاقوں سے حاصل ہو گا۔ ایک طلاق کے بعد خاموش ہو جانے سے جدائی تو ہو جائے گی لیکن اس کو ایک یہ فائدہ بھی حاصل ہو گا کہ وہ کسی وقت بھی باہمی رضامند ہو کر اکٹھے ہو جائیں گے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مرد اپنی عورت کو اپنے پر حرام کر لینے کی ہی ٹھان لیتا ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو اب میں اس کو اپنے نکاح میں نہ لونگا اور اس کو فوراً تین طلاقیں دے دینا چاہتا ہے تو اس کی تعمیل کے لئے بھی تین طہر کا وقت لازمی ہے۔ بالفاظ دیگر ایک طلاق کے بعد دوسری طلاق کے لئے مرد کو ایک طہر انتظار کرنا ہوگا۔ ایک طہر میں ایک ہی طلاق دینی ہو گی گویا تین طلاقیں تین طہروں میں دینی ہوں گی اور اس پورے عرصہ میں عورت کو اپنے گھر میں ہی رکھنا ہوگا۔ اس کا طریق فقہاء کے نزدیک حسب ذیل ہے۔

مرد عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے مباشرت نہ کی ہو۔ اُسے اپنے گھر میں ہی رہنے رکھے اور رجوع نہ کرے۔ پھر جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو پھر مرد کو دوسرے طہر میں دوسری طلاق دینے کا اختیار ہے۔ اس کے بعد بھی عورت کو گھر پر ہی رکھنا ہوگا اگر پھر بھی رجوع نہ ہو اور دوسرا طہر بھی ایسے ہی گزر جائے اور عورت پھر تیسری مرتبہ پاک ہو جائے تو پھر

اُسے تیسری طلاق دینے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح ایک طہر میں ایک ہی طلاق دینی ہوگی اور تین طہروں میں تین۔ ایسی تیسری طلاق "طلاق بتہ" کہلائے گی اور مرد عورت میں جدائی ہو جائے گی۔ چونکہ یہ طریق دوبارہ اکٹھے ہونے کی سہولت کو منقطع کرتا ہے۔ اس لئے عام طور پر اس سے بھی گریز کیا جاتا ہے۔ درست اور فائدہ مند اور سہولت کا طریق وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

طلاق ثلاثہ کے بعد قرآن کریم کا جو یہ حکم ہے کہ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اس کا بھی عام طور پر بالکل غلط رنگ میں مطلب نکالا جاتا ہے اور "حلالہ" جیسے بد رواج کو جسے بعض مسلمان فرقے جائز خیال کرتے ہیں مسلمانوں میں جاری کر دیا ہے۔ جب کہ اسلام میں ایسا کوئی حکم نہیں پایا جاتا ہے۔

"حلالہ" یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غصہ یا جلد بازی میں اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے بیٹھا اور پھر جب اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اسے خیال آیا کہ میں نے غلطی کی ہے اور وہ پھر نکاح کر کے اکٹھے ہونا چاہتے ہیں تو وہ فرقے جو تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی مان کر انہیں کو طلاق بتہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اب ان کے نزدیک وہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے تو ایسی صورت میں کسی مرد کو تیار کرتے ہیں جو کہ اس عورت سے نکاح کرے اور مباشرت کے بعد اس کو طلاق دیدے تاکہ وہ عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکے اس معیوب اور بے شرمی کے طریق کو "حلالہ" کہا جاتا ہے۔ جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"حلالہ کرنے والے پر اور جس شخص کے لئے حلالہ کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے"
(سنن ابو داؤد کتاب النکاح باب فی التحلیل صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ دار المعارف ملتان ۔ ۲ ۱۹۸۵ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے باوجود علماء سو ایسے معاملات میں حلالہ جیسے لعنتی کام کا لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں۔ اور آج بھی مسلمانوں میں اس قسم کے بہت سے واقعات مل سکتے ہیں اور انہوں نے تو ہمارے سامنے بیان بھی کیا۔ حالانکہ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ میں جو بات آئی ہے کہ عورت نے اپنی مرضی سے کسی دوسرے مرد سے شادی کی اور پھر اس کا خاوند فوت ہو جائے یا پھر کسی اور حادثاتی یا قدرتی واقعہ سے دونوں میں علیحدگی ہو جائے تو ایسی صورت میں علیحدگی کے بعد اگر پہلا مرد اور یہ عورت چاہیں تو پھر دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ لیکن محض طلاق بتہ والی عورت کو دوبارہ اپنے نکاح میں لینے کے لئے اگر کوئی عارضی شادی یا حلالہ وغیرہ کا طریق اختیار کرے تو یہ طریق اسلام میں بالکل ناجائز اور ملعون بنا دینے والا ہے۔

ہمارے ملک میں یہ عام رواج پیدا ہو گیا ہے کہ جب عورت کو طلاق دی جاتی ہے تو پھر اس کو اس طرح گھر سے نکال باہر کیا جاتا ہے جیسے گھر کا کوڑا کرکٹ جب کہ یہ بات اوّل تو انسانیت کے خلاف ہے اور پھر قرآنی حکم کے بھی خلاف وہ جس سے مرد ایک عرصہ تک خدمت لیتا ہے چند ہی منٹوں میں اس کی تمام خدمتوں اور احسانوں کو خاک میں ملا کر اپنے پیروں سے روند ڈالتا ہے۔ اور دھتکار کر گھر سے نکال دیتا ہے یہ طریق بالکل ناجائز ہے اس تعلق سے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ (البقرہ آیت ۲۳۰)

یعنی طلاق دو مرتبہ ہو سکتی ہے (جو رجعی ہے) پھر یا تو مناسب طور پر روک لینا ہوگا یا پھر حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا ہوگا۔ اور تمہارے لئے اس (مال) کا جو تم انہیں دے چکے ہو کوئی حصہ بھی (واپس) لینا جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان دونوں کو یہ خدشہ ہو کہ وہ خدا کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔

آج جب کسی عورت کو طلاق دی جاتی ہے تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہم نے تو صرف حق مہر ہی دینا ہے اور باقی کی سب چیزیں سونا زیور جائیداد وغیرہ جو بھی اسے دی ہوئی ہوتی ہے وہ اس سے واپس لے لی جاتی ہے جو کہ سراسر قرآنی حکم کی خلاف ورزی ہے۔ قرآن کریم نے تو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی بات کی ہے جو مندرجہ بالا ہے اور یہ ہے کہ اوّل تو جو تم نے دیا وہ واپس نہیں لینا بلکہ احسان کا سلوک کرتے ہوئے یعنی ہو سکے تو کچھ اور بھی بطور احسان کے دیکر رخصت کرو۔ دیکھیں خدا تعالیٰ نے عورت کے حق کو کس حد تک محفوظ کیا ہے اور کسی دوسرے مذاہب میں ایسی مثال نہیں پائی جاتی۔ کاش مسلمان اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔

اوپر تحریر کردہ آیت میں جو یہ آیا ہے کہ سوائے اس کے کہ ان دونوں کو یہ خدشہ ہو کہ وہ خدا کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اس سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہیئے کہ ایسی صورت میں مرد کو اختیار ہے کہ وہ عورت سے جو چاہے زبردستی لے سکتا ہے بلکہ یہاں خلع کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر عورت کچھ مال دیکر مرد سے خلع حاصل کرنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتی ہے۔ جس سے مراد واضح طور پر فقہاء کے نزدیک حق مہر آتا ہے۔ لیکن مرد کو طلاق کی صورت میں عورت سے کچھ بھی واپس لینے کا حق نہیں ہے۔

خُلع

اگر علیحدگی کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو تو وہ خلع کہلاتا ہے۔ جس طرح مرد کو طلاق دیکر عورت کو علیحدہ کرنے کا حق ہے ویسے ہی عورت بھی خلع کی صورت میں مرد سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔ اس تعلق سے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرہ آیت ۲۳۰)

یعنی اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ میاں بیوی کے کشیدہ حالات اس مرحلہ تک پہنچ چکے ہیں کہ اب ان میں نباہ ممکن نہیں اور وہ دونوں اللہ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے اور عورت علیحدگی پر مصر ہو اور فدیہ دینے یعنی بدل خلع دینے پر آمادہ ہو تو بیوی کے بدل خلع دینے اور میاں کے بدل خلع لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور تم انہیں اس طرح علیحدہ ہونے کی اجازت دیدو۔

خلع کی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ عورت نے مرد سے جو حق مہر لیا ہوا ہوتا ہے وہ اسے مرد کو واپس کرتا ہے۔ اور احادیث میں اس کی تفصیل موجود ہے (دیکھیں بخاری کتاب الطلاق باب الخلع جلد ۳)

بعض اوقات عورتوں کو مرد کئی طریق سے تکالیف دیتے ہیں اور عورت اس تکلیف کی زندگی سے علیحدہ ہو کر اکیلے رہنا بہتر خیال کرتی ہے لیکن مرد محض اُسے تنگ کرنے کو تکلیف دینے کے لئے طلاق نہیں دیتا ایسی صورت میں عورت کو اسلام نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ مرد سے خلع حاصل کر سکتی ہے اور اس کے لئے اُسے قاضی کے پاس درخواست کرنی ہوتی ہے اور قاضی مرد کی رضامندی کے خلاف بھی عورت کی بات کو سُن کر خلع کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مرد عورت کی رضامندی کے خلاف اس کو طلاق دے سکتا ہے۔ خلع کی صورت میں حسب ذیل پہلو سامنے آتے ہیں۔

(۱):۔ جس طرح طلاق کے ذریعہ مرد کو علیحدگی کا حق حاصل ہے اسی طرح خلع کے ذریعہ بیوی کو بھی علیحدگی طلب کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲):۔ خلع کی صورت میں بیوی کو اپنا علیحدگی کا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور اس کی مدد سے علیحدگی اختیار کرنی ہوگی۔

(۳):۔ خلع کی صورت میں عورت کو وہ مال جو وہ مرد سے حاصل کر چکی ہے مثل مہر وغیرہ واپس کرنے ہونگے۔

(۴):۔ میاں خواہ راضی ہو یا راضی نہ ہو عورت کے اصرار پر قاضی دونوں میں علیحدگی کا حکم صادر کر سکتا ہے۔

(۵):۔ خلع لینے کے اختیار سے عورت کو ویسا ہی حق ہے جیسے مرد کو طلاق دینے کا جس طرح مرد کو طلاق دینے سے کوئی روک نہیں سکتا اسی طرح عورت کو بھی خلع لینے سے کوئی نہیں روک سکتا ہے۔

(۶):۔ خلع کی صورت میں عدت صرف ایک حیض ہوگی یا پھر وضع حمل۔ خلع کے فیصلہ کے لئے قاضی کو صرف اس قدر اطمینان کر لینا کافی ہے کہ عورت خود اپنی مرضی سے بنا کسی دباؤ کے خلع چاہتی ہے۔ اور اس کی کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے مثلاً عورت یہ کہے کہ مجھے اس خاوند کے پاس رہنا پسند نہیں ہے یا یہ کہ میں اس سے نفرت کرتی ہوں اس لئے اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ (باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۲ پر)

مطلقہ عورت کے نان و نفقہ کا مسئلہ

جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر سے!

زیر بحث مسئلہ کے غور و فکر کے تسلسل میں معاشرے کی عائلی و خانگی خرابیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو بہت سی کوتاہیاں سامنے آئیں گی جن کا تدارک خود مسلم معاشرے کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً طلاق کا مسئلہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے۔ لیکن اس اقدام کے لئے شریعت نے جو شرائط و ہدایات دی ہیں انہیں یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ اس قسم کی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایک اختیار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں ان کو اس ظلم سے باز رکھنے کے لئے کیا کوشش نہیں ہونی چاہیئے؟ ذرا ذرا سی رنجش پر طلاقِ مغلظہ دے دی جاتی ہے۔ اور اس جلد بازی کی وجہ سے گھر اور خاندان کا امن و سکون غارت ہو جاتا ہے بلکہ معاشرہ تک ہدفِ ملامت بنتا ہے۔ ایسے بہارت گر سے بھی مسلم معاشرہ کو باز پرس کرنی چاہیئے۔ آخر طلاق کو جو اَبْغَضُ الْحَلَال ہے اتنا آسان اور سہل کیسے سمجھ لیا گیا ہے۔ اس سے تو گھر کی بلکہ معاشرہ کی جڑیں تک اکھڑ جاتی ہیں۔

شریعت کی یہ واضح ہدایت ہے کہ طلاق دیتے وقت احسان اور شرافت کے جذبہ اور مناسب مالی امداد کے ساتھ عورت کو اس کے سارے واجب حقوق دے کر رخصت کیا جائے۔ لیکن جو لوگ نہ صرف اس ہدایت کو نظر انداز کرتے ہیں بلکہ ظلم کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے اس ظلم کے تدارک کی سبیل سوچنا مسلم معاشرے کا کیوں فریضہ نہیں؟ ایسے لوگوں پر مسلم معاشرے کی طرف سے گرفت ہونی چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی زیادتی اور ظلم کے واقعات مسلم معاشرے میں نسبتاً کم ہوتے ہیں۔ لاکھوں مسلم گھرانے بلکہ ان کی اکثریت باہمی خوشی محبت و اُنس کے ساتھ خوشحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اختلافِ طبائع کے اثرات کو حد کے اندر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے ہیں جہاں ظلم روا رکھا جاتا ہے۔ لیکن ظلم و زیادتی بہرحال قابلِ گرفت ہے خواہ اس کی ایک مثال ہی کیوں نہ ملتی ہو۔ کیونکہ منصفانہ معاشرہ کا فرض ہے کہ وہ ایک ظلم بھی نہ ہونے دے کسی کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی نہ ہونے دے۔ اور رفاہی معاشرے کے قیام اور عدل و انصاف کے استحکام کے لئے اپنی نظر بصیرت کھلی رکھے۔ اس کی طرف سے آنکھیں بند نہ کرے۔

اس وقت "مسلمان مطلقہ عورت کے لئے نفقہ کا مسئلہ" ہندوستان کی سپریم کورٹ کے ایک فیصلہ کی وجہ سے مسلمانوں میں کافی بے چینی کا موجب بنا ہوا ہے کہ ایک مطلقہ عورت کو عرصہ عدت گزارنے کے بعد اس کی دوسری شادی تک یا تاحیات نفقہ دلانا احکام شریعت اسلام کے منافی ہے۔ اس کی تشریح میں جانے سے قبل مجملاً یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کا یہ نظریہ ہے کہ ایک مسلمان عورت کو اس کے خاوند کی طرف سے طلاق دیئے جانے کی بناء پر ہندوستان کی سپریم کورٹ نے جو فیصلہ دیا ہے وہ شریعتِ اسلامیہ کے سراسر منافی ہے اور اس کا منسوخ کیا جانا تقاضائے وقت کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ شریعتِ اسلام کے احکام میں اور فقہ اسلامی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ مطلقہ بیوی کو طلاق دینے والا خاوند اس کے نکاحِ ثانی تک یا زندگی بھر کے لئے نان و نفقہ دے۔ فقہائے اسلام کا یہ اتحاد اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اس طرح نان و نفقہ دلانے کی کوئی معقول شرعی بنیاد نہیں۔ جہاں تک نفقہ کی شرعی بنیاد کا تعلق ہے اُن میں سے بعض کا ذکر ہم نے علمائے اُمت کے اسوۂ حسنہ کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خاوند پر نان و نفقہ کی ذمہ داری رشتۂ ازدواج کے قیام تک ہے اور طلاق کی صورت میں ایامِ عدت کے اختتام تک۔ اس کے بعد دونوں اپنی اپنی جگہ آزاد اور بری الذمہ ہیں۔ نہ مرد پر عورت کے لئے نہ عورت پر مرد کے لئے کوئی ذمہ داری ہے۔ عقلاً بھی یہی درست ہے کہ اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَان اور اَلْغُنْمُ بِالْغُرْم کے اصول کے تحت مرد و عورت کی باہمی ذمہ داری تضامن اور آپس کے معاہدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ عورت خاوند کے پاس رہنے اور مرد کے معاشرتی مفاد کے لئے الفت اور محبت کے جذبہ کے تحت اپنے آپ کو وقف رکھنے کے عوض نان و نفقہ اور تعلقِ محبت و مودت کی حقدار ہوتی ہے۔ جب یہ معاہدہ ختم ہو گیا خواہ مرد کے طلاق دینے کی وجہ سے یا عورت کے خلع لینے کی وجہ سے، بہرحال جب عورت اس قسم کی ذمہ داری سے آزاد ہو جاتی ہے تو مرد خاوند کو بھی اپنی سابقہ ذمہ داری سے آزاد ہو جانا چاہیئے اور اس پر کسی قسم کے نان و نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ ایک عام اصول ہے۔ اور اس کی معقولیت کو سب ہی تسلیم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عدالت کے فیصلے میں بھی مطلقہ کے نان و نفقہ دلانے کے اصول کو علی الاطلاق تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ اس صورت میں لازمی قرار دیا گیا ہے جب کہ عورت بے سہارا اور ضروریاتِ زندگی کے حصول میں مشکلات سے دوچار ہو۔ اسلام میں دوسرے ذرائع بھی عورت کے نفقہ کے انتظام کے لئے موجود ہیں۔ اسلام میں قانونِ میراث کی رو سے ماں یا باپ کی جائیداد سے عورت کو بھی حصہ ملتا ہے۔ اسلام کے قانون کی رو سے مطلقہ عورت اپنے خاندان میں لوٹ آتی ہے۔ وہ اپنے ماں باپ سے ملنے والی جائیداد اور مال سے بھی اپنا گزر بسر کر سکتی ہے اور خونی رشتہ دار بھی اس کا نان و نفقہ برداشت کرتے ہیں۔ اور فقہ کی کتب میں نادار مطلقہ کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اس کے اعزہ اور اقرباء پر مفصل طور پر بیان کی گئی ہے۔ مطلقہ عورت کے اگر اولاد ہو۔ تو اولاً بیٹوں بیٹیوں پر قانونی طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماں کے نان و نفقہ کے اخراجات برداشت کریں۔ اگر اولاد نہ ہو یا ہونے کے باوجود مفلوک الحال ہو۔ تو بھی اسلامی قانون اور فقہ کی رو سے عورت کے نان و نفقہ کی ذمہ داری دوسرے قریبی اعزہ پر عائد ہوگی۔ جو باپ۔ ماں۔ دادا۔ دادی۔ نانی وغیرہ اور فروع یعنی بیٹا۔ بیٹی۔ پوتا۔ پوتی۔ نواسا۔ نواسی وغیرہ اور خونی رشتہ داروں جن سے نکاح کرنا حرام ہے بھائی۔ بہن چچا۔ پھوپھی۔ خالہ۔ ماموں۔ بھتیجا۔ بھتیجی۔ بھانجا۔ بھانجی وغیرہ پر ہوتی ہے۔ غرض اسلام میں مطلقہ عورت کو بے سہارا بے آسرا۔ لاوارث نہیں چھوڑا گیا۔ اسلام نے مطلقہ عورت کے باعزت گزر بسر کا انتظام کیا ہے۔

یہ بات بھی کسی کو فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ عورت صرف مطلقہ ہی نہیں بیوہ بھی ہو سکتی ہے۔ غیر شادی شدہ بھی ہو سکتی ہے۔ کیا انصاف کرنے والے تمام دماغوں کی نظر اس حد تک ہی جاتی ہے کہ مطلقہ کے نان و نفقہ کا انتظام ہونا چاہیئے۔ جو عورت خاوند کے مرجانے سے بیوہ ہو جائے یا جو عورت کسی بیماری۔ معذوری اور لاچاری کی وجہ سے بغیر شادی کے رہ جائے۔ ان حالتوں میں بھی تو

عورت کے نان و نفقہ کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اب تک تو حکومت یا عدالتیں ... ایسا انتظام نہیں کر سکیں۔ اور عورت مطلقہ۔ بیوہ۔ بغیر شادی رہ جانے کی صورت میں کسی جائیداد۔ سرمایہ۔ کاروبار۔ ملازمت یا اپنے لیئے آمدنی کا وسیلہ نہ رکھتی ہو تو مسلمانوں میں اُس کے ماں باپ۔ دادا۔ دادی۔ نانا۔ نانی۔ اولاد اور دُور و نزدیک کے رشتہ دار خاندان والے ہی اُس اس کے کفیل ہوتے اور اس کا نان و نفقہ برداشت کرتے آئے ہیں۔ حکومت یا عدلیہ تو ایسی عورتوں کے اخراجات کا انتظام نہیں کرتی رہی۔ اور نہ ہی انتظام کرتی ہے۔ صرف اسلام ہی ہے جس نے اپنے قوانین میں ہر صورت میں بھی مطلقہ۔ بیوہ۔ بغیر شادی رہ جانے والی عورت کو بے سہارا۔ بے آسرا۔ لاوارث نہیں چھوڑا۔ بلکہ ہر حیثیت میں عورت کے گذر بسر کا خاطر خواہ اہتمام کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی خواتین "بیوہ گھروں" میں منتقل نہیں ہوتیں۔ بلکہ خاندان والے ہی اپنی بے سہارا بے آسرا محتاج خواتین کو اپنے گھروں میں رکھتے اور عزت و احترام کا اُن کے ساتھ سلوک کرتے اور اُن کے نان و نفقہ اور گذر بسر کا انتظام کرتے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اُن رشتہ داروں کو جو میراث سے حصہ پاتے ہیں وارث کہا جاتا ہے اور سورۃ بقرہ رکوع ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر باپ اپنے نومولود بچے کو مطلقہ بیوی سے دودھ پلوانے کا خواہشمند ہو تو بچے کو دودھ پلوانے کی مدت میں مطلقہ بیوی کے کھانے و لباس کا بھی انتظام کرے۔ لیکن اگر وہ ایسے اخراجات برداشت کرنے کی مقدرت نہ رکھتا ہو تو آیت کریمہ

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ

کے مطابق وارثوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوگی کہ ایسے اخراجات برداشت کریں۔ اس فرمانِ الٰہی سے یہ ظاہر ہے کہ اسلام و احکامِ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ اپنے صاحب احتیاج رشتہ داروں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری وارثوں کی بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے افرادِ خاندان کو بے سہارا بے آسرا لاوارث نہیں چھوڑ دیا کرتے کہ وہ گھروں سے نکل کر فٹ پاتھ پر آ جائیں اور گداگری کر کے اپنا پیٹ پالیں۔

چونکہ بات نان و نفقہ کی زیر بحث ہے اس لئے یہ امر بھی ذرا پیش نظر رکھا جانا چاہیئے کہ جس کی طرف سے اس مطالبہ پر زور دیا جا رہا ہے یہ اہل وطن کہ ہمارا اور اُن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اُن میں تو طلاق دینے کی نوبت ہی نہیں آنے دی جاتی کہ مطلقہ عورت کو نان و نفقہ دیئے جانے کا جھگڑا کھڑا ہو۔ اُن کے ہاں جب لو بیاہتا آتی ہے خواہ وہ کتنی علم و ہنر سے آراستہ ہو، اپنے حسن و جمال میں بے مثال ہو۔ اگر خاوند اور اس کے خاندان کے حسب منشاء جہیز نہ لائی ہو، یا کسی بات پر رنجش پیدا ہو تو عورت کو زندہ جلا دیتے ہیں۔ اور آئے دن اخبارات میں معصوم لو بیاہتا بیویوں کے جلا دینے کی روح فرسا خبریں پڑھنے میں آتی ہیں۔ چونکہ اُن کے ہاں عورت سے خلاصی پانے کا یہی ایک راستہ ہے کہ عورت کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ اس لیئے اُن کے ہاں نان و نفقہ کا سوال ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ لیکن مسلمانوں میں شادیوں کے بعد لاکھوں میں بھی کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ خاوند نے بیوی سے خاطر خواہ جہیز کے نہ ملنے یا کسی جھگڑے کی بناء پر اُسے آگ میں جلا دیا ہو۔ بلکہ جب خاوند و بیوی کسی جھگڑے کی بناء پر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اُن کا نباہ مشکل ہے تو خاوند طلاق دے دیتا ہے۔ یا بیوی خلع حاصل کر لیتی ہے۔ اور اس طرح ایک دوسرے کی زوجیت سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ اور تعلقات منقطع ہو جانے کی بناء پر مطلقہ عورت اپنے خاندان میں واپس لوٹ جاتی ہے۔ اب اس کی اور خاندان والوں کی مرضی ہے کہ خواہ دوسری شادی کرے یا نہ کرے۔ اور جس طرح چاہے گذر بسر کرے۔ اسے پہلے خاوند سے سروکار نہیں رہتا نہ ہی وہ اپنے پہلے خاوند کے ٹکڑوں پر پلنا پسند کرتی ہے۔

مندرجہ بالا تشریح کے بعد اب قرآن مجید کی وہ مقدس آیات درج کی جاتی ہیں جن سے عورت کی مختلف حیثیتیں اور ان کے مطابق عورت کے نان و نفقہ کا ذکر احکام الٰہی میں کیا گیا ہے۔

(۱)۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ۔
(النساء رکوع ۶)

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا مکلف مردوں کو بنایا ہے۔ مرد شادی پر بھی اپنے مالوں سے عورتوں پر خرچ کر چکے ہوتے ہیں۔ اور اگر ساری عمر میاں۔ بیوی کے تعلقات اُستوار رہیں تو مرد ساری عمر اپنی بیوی کے اخراجات کشادہ پیشانی اور بشاشت قلبی سے برداشت کرتا رہتا ہے۔

(۲)۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو اس کی عدت کے متعلق قرآن مجید میں مندرجہ ذیل صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

● ۔ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ۔
(سورۃ الطلاق ع ۱)

اے نبی (اور اُس کے ماننے والو) جب تم بیویوں کو طلاق دو تو اُن کو مقررہ وقت کے مطابق طلاق دو۔ اور طلاق کے بعد وقت کا اندازہ رکھو۔

● ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ
(سورۃ البقرہ ع ۲۸)

اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء یعنے تین حیض (تین طہر) تک رکھیں۔

● ۔ وَالّٰٓـئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ
(سورۃ الطلاق رکوع ۱)

تمہاری بیویوں میں سے وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر عدت کے متعلق شبہ ہو تو اُن کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح اُن عورتوں کی بھی عدت تین مہینے ہے جن کو حیض نہیں آتا۔

اس عرصۂ عدت میں خاوند مطلقہ کے نان و نفقہ اور رہائش کے انتظام کرنے کا پابند ہوگا۔ کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے کہ:۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔
(سورۃ الطلاق رکوع ۱)

اے مسلمانو! مطلقہ عورتوں کے حق کو نہ بھولو۔ اُن کو وہیں رکھو جہاں تم اپنی طاقت کے مطابق رہتے ہو اور اُن کو کسی قسم کا ضرر نہ دو۔ اس لیئے کہ اُن کو تنگ کر کے گھر سے نکال دو۔

● ۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
(سورۃ الطلاق ع ۱)

اور جن عورتوں کو حمل ہو، ایسی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے

● ۔ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
(سورۃ الطلاق ع ۱)

اور اگر مطلقہ عورتیں حمل سے ہوں تو اُس وقت تک اُن پر خرچ کرو جب تک وضع حمل ہو جائے۔ اس کے مطابق وضع حمل طلاق کے کتنے مہینے بعد ہی کیوں نہ ہو اس عرصہ میں مرد مطلقہ کے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہوگا۔ جس کی میعاد آٹھ نو ماہ بھی ہو سکتی ہے۔

● ۔ دودھ پلانے کی مدت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۔ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔
(سورۃ البقرہ ع ۳۰)

اور (مطلقہ عورتیں یعنے) مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں (یہ ہدایت) اُن کے لیئے (ہے) جو دودھ پلانے (کے کام) کو اس کی مقررہ میعاد تک پورا کرنا چاہیں۔ اور جس کا بچہ ہے، اُس کے ذمہ حسب دستور ان (دودھ پلانے والیوں) کا کھانا اور اُن کی پوشاک ہے۔ کھانے اور کپڑے سے مراد تمام اخراجات ہیں۔

ان حالات میں مطلقہ عورت کے نان و نفقہ کی میعاد وضع حمل و رضاعت کی مدت شامل کر کے ڈھائی سال بلکہ اس سے بھی قدرے کچھ تجاوز کر سکتی ہے۔ اور ارشاد خداوندی وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ عدت کے اختتام تک رہائش اور کفالت شوہر کے

ذمہ لازم ہونے پر دلالت کرتی ہے (۱) اس کے علاوہ قرآن مجید میں کوئی ایک آیت بھی نہیں ملتی جس میں اشارۃً یا صراحتاً مطلقہ عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کے لئے نفقہ جاری رہنا ثابت ہوتا ہو۔ اس لئے مطلقہ عورت کے عدت گزارنے کے بعد شوہر سے اپنی دوسری شادی تک یا تاحیات نفقہ دلائے جانے کا مطالبہ قرآن مجید کی تعلیم کے منافی ہے۔

(۲) سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں جن دو آیات قرآنی

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ـــــ اور ـــــ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

(سورۃ البقرہ ۲۴۱، ۲۴۲)

کو پیش کر کے بعض مترجمین کے ترجموں سے اپنے مفید مطلب یہ نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کی ہے کہ "قرآن نے مسلم شوہر کو زیرِ مطلقہ کو نان و نفقہ دینے یا اس کے گزارہ کا انتظام کرنے کا پابند بنایا ہے۔" درحقیقت یہ مفہوم جو ان دو آیتوں کا سپریم کورٹ نے بیان کیا ہے درست نہیں ہے۔ بلکہ ان آیات کا مفہوم اور منشاء وہ ہے جس کی دوسری آیات بھی تائید کرتی ہیں۔ اور وہ آیات بڑی وضاحت سے اس مضمون میں درج کر دی گئی ہیں!!

ان دو آیات کا ترجمہ و تفسیر حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی تصنیف "تفسیر کبیر" (تفسیر قرآن) میں یہ بیان فرمایا ہے۔

"ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دی جائے انہیں بھی (اپنے) حالات کے مطابق کچھ سامان دینا ضروری ہے۔ اور یہ بات (ہم نے) متقیوں پر واجب کر دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے (فائدہ کے) لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تفسیر: (ان آیات وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ تا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ میں) طلاق کے مضمون کو ختم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مطلقات سے حسن سلوک کے حکم کو پھر دہرایا ہے۔ چونکہ عام طور پر مطلقات سے نا اتفاقی ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ تمہیں ان سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے اور پچھلی آیتوں پر اس کا عطف کر کے یہ بھی بتا دیا کہ مطلقہ عورتوں کو بھی اگر عرصہ عدت سے زیادہ گھر میں رہنے کی ضرورت ہو تو رہنے دیا جائے۔ اور ان کو بھی ان کے مناسب حال فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ یہ متقیوں پر حق قرار دیا گیا ہے۔ پس مطلقہ عورت سے بھی بے مروتی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اس کو عدت کے فوراً بعد گھر سے نہیں نکال دینا چاہیئے۔ بلکہ بطریق احسن اسے موقعہ دینا چاہیئے تاکہ وہ اطمینان سے نقل مکانی کا انتظام کر سکے .... اگر اس حکم پر عمل کیا جائے تو کس قدر فساد اور جھگڑے دور ہو جاتے ہیں۔ اور طلاق جو صرف مجبوری میں حلال ہے اس تلخی کے پیدا کرنے کا موجب نہ ہو جس کا موجب وہ اب ہو رہی ہے۔ بلکہ دونوں فریق محسوس کریں کہ مجبوری سے علیحدگی اختیار کی گئی ہے ورنہ آپس میں کوئی تلخی یا بدمزگی نہیں ہے۔

پھر فرمایا

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ اپنے احکام تمہارے فائدہ کے لئے اسی طرح کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غلطیوں اور کمزوریوں سے بچو۔ "آیۃ" کے عام معنے علامت کے ہوتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم میں کہیں خدا تعالیٰ نے اپنی طرف توجہ دلانے والی باتوں کو۔ کہیں ایمان کی طرف راہ نمائی کرنے والی باتوں کو۔ کہیں عذاب سے بچانے والی باتوں کو اور کہیں تمدن کا صحیح راستہ بتانے والی باتوں کو آیات کہا ہے اس جگہ آیات سے وہ احکام مراد ہیں جو صحیح تمدن کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ شریعت کے بیان کرنے میں یہ امر ہر جگہ مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ تمام ضروری امور کے متعلق تعلیم آ جائے۔ اور ایسے رنگ میں بیان کر دی جائے کہ بنی نوع انسان بدیوں اور کمزوریوں سے دور ہو جائیں جس پر تعقلون کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔"

دراصل شاہ بانو اور اس جیسی کچھ اور عورتوں کو بے سہارا کہہ کر شریعت اسلامیہ کے احکام کے خلاف اپنے بغض و عناد کا اظہار کیا گیا ہے۔ ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ شاہ بانو ایک بے سہارا عورت نہیں۔ جبکہ خود سپریم کورٹ کو تسلیم ہے کہ اس کی شادی ۱۹۳۲ء میں ہوئی تھی۔ اور اس کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ اور خاوند محمد احمد خاں ایک ایڈووکیٹ ہے۔ جس کی ساٹھ ہزار روپے سالانہ آمدنی بتائی جاتی ہے۔ اور عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسے متمول آدمی کی اولاد مفلوک الحال ہو گی جو اپنی والدہ کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتی۔ اور والدہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتی ہو گی۔

شاہ بانو یہ احساس کرانا چاہتی ہے کہ مطلقہ بھی اپنے خاوند کو عدالتوں میں گھسیٹ کر پریشان کر سکتی ہے اور اس سے انتقام لے سکتی ہے۔ عدالت کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ شاہ بانو کی جوان سال اولاد پر سے اپنی والدہ کی نگہداشت کی ذمہ داری کسی وقت بھی ختم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک ماں کا اپنی اولاد سے اور اولاد کا اپنی ماں سے خونی رشتہ ہوتا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اس کے لئے کیا اچھا ہوتا۔ اگر سپریم کورٹ شاہ بانو کی جوان سال اولاد پر ان کی ماں کی نگہداشت اور نان و نفقہ کی ذمہ داری ڈالتی اور ایسا فیصلہ انصاف اور شریعت اسلامیہ کے عین مطابق ہوتا۔ شاہ بانو کے گزارہ کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا اور مسلمانوں کی دلآزاری بھی نہ ہوتی۔ اور نہ مسلمانوں کو مداخلت فی الدین کا شکوہ ہوتا۔

اس موقعہ پر نہایت تاسف سے یہ بیان کرنے سے بھی نہیں رہا جا سکتا کہ مسلمانوں میں نظام خلافت نہیں۔ نظام بیت المال نہیں۔ نظام زکوٰۃ نہیں کہ باقاعدہ صاحب نصاب سے وصول کی جائے۔ اور غرباء۔ یتامیٰ۔ بیوگان اور بے سہارا لوگوں کے لئے آسرا ہو۔

جب کہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ جماعت احمدیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نظام خلافت موجود ہے جس کی برکت سے ایک بیت المال ہے۔ بیت المال میں ہر قسم کے چندہ جات صدقہ و خیرات۔ مساجد فنڈ۔ زکوٰۃ وغیرہ کی رقوم جمع ہوتی ہیں۔ اور آمد و خرچ کا سالانہ بجٹ بنتا ہے۔ اور حتی المقدور جماعتی سطح پر خیراتی شفاخانہ۔ زنانہ و مردانہ سکولز۔ لنگر خانہ مہمان خانہ کے اخراجات بجٹ سے ادا ہوتے ہیں۔ اور یتامیٰ مساکین۔ بیوگان و مطلقات و بے سہارا افراد کی جماعت کی سطح پر نگہداشت کی جاتی ہے۔

بہرحال عدالت کے اس فیصلے کے بارہ میں ہندوستان کے مسلمانوں نے جس ردّ عمل کا اظہار کیا ہے وہ اس میں بالکل حق بجانب ہیں۔ اور بجا طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ اسلامی شریعت کے احکام میں اس قسم کی مداخلت بڑے خطرناک اور دور رس نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔ اور یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے راستے کو ہموار کرنے کے مترادف ہے جس کے بعد مسلم معاشرے کی شیرازہ بندی بکھر کر رہ جائے گی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر مسلم معاشرہ اپنے استحکام کا خواہاں ہے تو اس کی قیادت فعال اور بیدار ہونی چاہیئے۔ جب کہ مسلمان یہ نہیں چاہتے کہ ان کے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے میں کوئی دوسرا شخص دخل دے اور ان کی شیرازہ بندی کو بکھیرنے کی سوچے۔ پس مسلم معاشرے کو صحیح معنوں میں اپنے آپ کو مستحکم بنانا ہو گا۔ اور اپنے مسائل سلجھنے ہوں گے۔ اور ان کے پیدا شدہ مشکلات کے

* تدارک کی کوئی صورت نہ پانا تلاش کرنی ہو گی۔ ورنہ جیسا کہ ہو رہا ہے آئندہ بھی اسی قسم کی دخل اندازیوں کا آگے سامنا رہے گا۔ اور آج ہی کوئی دوسرے تنازعہ پیدا کرنے کی لازماً کوشش کریں گے۔

مسئلہ طلاق و خلع پر تبصرہ

قضاة کی طرف سے بعض اوقات خلع کی درخواست کے تسلیم کرنے میں جو بظاہر تردد کیا جاتا ہے اس کا مقصد درحقیقت درخواست خلع کو رد کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس سے صرف یہ کوشش مقصود ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ قائم رہے اور عورت خاوند کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو جائے۔ جلد بازی، کسی کے اکسانے یا وقتی جذبات اس کی ضد کا موجب نہ ہوں، گویا غرض مصالحت کی امکانی حد تک کوشش کرنا مقصود ہے ورنہ مسئلہ کی شرعی حیثیت یہی ہے کہ عورت اگر کسی طرح بھی اپنے مطالبہ سے دستکش نہ ہو تو پھر خلع منظور کئے بغیر چارہ نہیں۔

دفعہ نمبر ۳۸

اگر خاوند کے ظلم و تعدی کی وجہ سے عورت خلع لینے پر مجبور ہو تو قاضی خلع کی صورت میں اسے اس کا حق مہر بھی دلوا سکتا ہے۔

تشریح: جس طرح قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ دیکھے کہ عورت کسی کے اکسانے کی وجہ سے خلع کی درخواست تو نہیں کر رہی یا عورت ظلم کی مرتکب تو نہیں ہو رہی اور اس کا رویہ جارحانہ تو نہیں ہے۔

اسی طرح قاضی کے لئے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کہیں خاوند عورت کو خلع لینے پر اس غرض سے تو مجبور نہیں کر رہا کہ وہ مہر کی ذمہ داری سے بچ جائے گویا عورت کی بجائے خاوند کا رویہ ظالمانہ اور جارحانہ ہے تو اس صورت میں قاضی کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ عورت کے مطالبۂ خلع کو منظور کرے اور اس کے ساتھ خاوند سے اسے اس کا حق مہر بھی دلوائے۔ چنانچہ امام مالک اس صورت حال کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فِي الْمُفْتَدِيَةِ الَّتِي تَفْتَدِي مِنْ زَوْجِهَا أَنَّهُ إِذَا عُلِمَ أَنَّ زَوْجَهَا أَضَرَّ بِهَا وَضَيَّقَ عَلَيْهَا وَعُلِمَ أَنَّهُ ظَالِمٌ لَهَا مَضَى الطَّلَاقُ وَرَدَّ عَلَيْهَا مَالَهَا.

قَالَ مَالِكٌ فَهٰذَا الَّذِي سَمِعْتُ وَالَّذِي عَلَيْهِ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَنَا[1]

یعنی خلع لینے والی عورت کے متعلق اگر معلوم ہو کہ اس کے خاوند نے اسے دکھ دیا ہے اور اسے خلع لینے پر مجبور کیا ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا رہا ہے تو قاضی کا فیصلہ خلع نافذ ہوگا اور اس کا مال جو وہ خاوند کو ادا کر چکی ہے وہ بھی اسے واپس دلایا جائے گا۔

امام مالک کہتے ہیں کہ میں اپنے اساتذہ سے یہی سنتا آیا ہوں اور اسی کے مطابق علماء مدینہ کا عمل درآمد ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کی طرف سے ظلم کی صورت میں نہ صرف یہ کہ مرد بدل خلع نہیں لے سکتا بلکہ اگر وہ کچھ دے چکا ہے تو اس کی واپسی کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا بہر حال قاضی کے لئے خلع کا فیصلہ کرتے وقت ظلم و تعدی کے اس پہلو کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

دفعہ نمبر ۳۹

خلع طلاق بائن کے حکم میں ہے یعنی فیصلۂ خلع کے بعد خاوند رجوع تو نہیں کر سکتا مگر فریقین باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

تشریح: جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ خلع ان معنوں میں فسخ نکاح ہے کہ خلع میں خاوند کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی۔ بیوی کی طرف سے اظہار نفرت اور علیحدگی کے اصرار کی بناء اور بدل خلع کی ادائیگی کی شرط پر قاضی دونوں کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ صادر کرتا ہے۔ پس جب قاضی خلع کا فیصلہ صادر کر دیتا ہے تو اس کے بعد خاوند کے رجوع کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے۔

صاحب ہدایہ نے اسی کی حکمت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَكَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا لِأَنَّهُ مُعَاوَضَةُ الْمَالِ بِالنَّفْسِ وَقَدْ مَلَكَ الزَّوْجُ أَحَدَ الْبَدَلَيْنِ فَتَمْلِكُ هِيَ الْآخَرَ وَهُوَ النَّفْسُ تَحْقِيقًا لِلْمُسَاوَاةِ[2]

یعنی بدل خلع کی ادائیگی کی شرط پر یہ علیحدگی طلاق بائن کے حکم میں ہوگی کیونکہ اس میں نفس کے بدلہ میں مال بطور معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ پس جب خاوند دو چیزوں میں سے ایک کا مالک ہو گیا یعنی مال کا تو عورت دوسری چیز کی مالک ہوگی یعنی اپنے نفس کی اور اس طرح ان دونوں کے درمیان مساوات کا اصول کار فرما ہوا۔

[1] موطا امام مالک کتاب الطلاق، ما جاء فی الخلع

[2] ہدایہ باب الخلع صفحہ ۳۸۱/۲

بقیہ صفحہ ۱۸ سے آگے

یا قبل ازمنہ ہی یہ کہہ کر خلع لے سکتی ہے کہ مجھے اس خاوند کے پاس جانا پسند نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک اس معاملہ کو سمجھا کر حل کرنے کا سوال ہے تو کوشش ضروری ہے جیسے طلاق کے مسئلہ میں لیکن زبردستی نہیں کی جا سکتی۔

بعض اوقات مرد ایسا کرتے ہیں کہ ... عورتوں پر ظلم کرتے ہیں اور طلاق بھی نہیں دیتے ان سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عورت خود بخود تنگ آکر خلع حاصل کرے تاکہ وہ مال جو وہ عورت کو دے چکا ہے خلع کی صورت میں اس کو واپس مل جائیں ایسی صورت میں قاضی اس بات کا جائزہ لیگا اور وہ دیکھے گا کہ اگر عورت خاوند کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے خلع حاصل کر رہی ہے تو وہ حالات کو دیکھتے ہوئے حق مہر واپس نہ کرنے اور دیگر مفادات جو مرد عورت کو پہنچا چکا ہے واپس نہ کرنے کا فیصلہ بھی دے سکتا ہے۔

وہ قومیں جو اسلام کی حسین تعلیم پر بے جا حملے کرتی ہیں وہ اپنی مذہبی تعلیم سے ایسے زریں اصول نکال کر تو پیش کریں!

بنگلور ساؤتھ انڈیا احمدیہ مسلم ریجنل کانفرنس

بنگلور میں ۳۰،۳۱ اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۹۳ء بروز اتوار ساؤتھ انڈیا احمدیہ مسلم ریجنل کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ پہلے روز سیرت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر علماء کرام خطاب فرمائیں گے اور دوسرے روز جلسہ یوم انسانیت کا انعقاد عمل میں آئے گا۔ جس میں مختلف مذاہب کے مقررین انسانیت کے موضوع پر تقاریر کریں گے۔

احباب کرام سے شرکت کی درخواست ہے۔

امیر جماعت احمدیہ کرناٹک

شکریہ احباب و درخواست دعا

مہاراشٹرا کے ہولناک زلزلہ کے بعد عثمان آباد میں مقیم احمدی بھائیوں کی خیریت معلوم کرنے کیلئے بہت سے بھائیوں کی طرف سے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے بکثرت ٹیلیگرام، فون اور خطوط موصول ہو رہے ہیں سب کا جواب دینا ہمارے بس میں نہیں بذریعہ اعلان ھذا جملہ احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ الحمد للہ عثمان آباد میں جماعت احمدیہ کے تمام افراد اس حادثہ سے محفوظ ہیں ہم جملہ بھائی بہنوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ۔ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ متاثر افراد کے مصائب و آلام کا مداوا فرمائے۔

(عبد العلیم صدر جماعت احمدیہ عثمان آباد)

درخواست دعا: میری والدہ صاحبہ اہلیہ محترم چوہدری سعید احمد صاحب مرحوم درویش جرمنی سے بخیریت واپس آگئی ہیں لیکن قادیان پہنچتے ہی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور فوراً احمدیہ ہسپتال میں داخل کرنا پڑا اب بفضلہ تعالیٰ طبیعت پہلے سے بہتر ہے اور ہسپتال سے ہو کر گھر آگئی ہیں مکمل صحت و شفاء ہونے کیلئے درخواست دعا ہے (خاکسار چوہدری مسعود احمد، کارکن فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان)

طلاق اور دیوبندی مسلک

ان دنوں کئی ماہ سے اُلجھے ہوئے "تین طلاق" کے مسئلے کو قدامت پسند دیوبندیوں نے نہ صرف پیچیدہ بنا دیا ہے بلکہ ایسے فتوے دیئے ہیں جو سراسر خلافِ منشاءِ قرآن اور رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جہاں تک ایک ہی مجلس میں یکدفعہ تین طلاقیں دینے کا تعلق ہے دیوبندیوں نے اس کی تائید میں لکھا ہے اور اس کے لئے قرآن مجید کی جس آیت کا سہارا لیا ہے وہ بھی سراسر غلط اور دھوکہ دہی کی ایک گھناؤنی مثال ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث دارالعلوم وصدر جمعیۃ علمائے اہلسنت ہاسن و بنگلور مولانا شریف الجین رونق لکھتے ہیں:۔

"قانونِ اسلام تو یہی ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا حرام ہے مگر اب غور طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دے دے تو تین واقع ہوں گی یا ایک ہی تو اس سلسلہ میں قانونِ اسلام اور شریعت مطہرہ کا فتویٰ یہی ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک دم تین طلاقیں دے دیں تو تمام واقع ہوجائیں گی جس پر قرآنی آیت، احادیث صحیحہ اور اقوال علماء گواہ ہیں۔ اللہ فرماتا ہے وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔"

(سالار بنگلور 21-9-93)

ماشاء اللہ کیا خوب فتویٰ دیا ہے کہ ایک طرف تو ایک ہی نشست میں تین طلاق کو حرام قرار دیا۔ اور آیتِ قرآنی کے غلط استدلال سے پھر اسی حرام عمل کو مسلمان کے عمل میں جاری بھی فرما دیا۔ جو آیت مولانا نے پیش کی ہے وہ سورۃ الطلاق کی بسم اللہ سمیت دوسری آیت ہے۔ مکمل آیت یوں ہے:۔

يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ○

ترجمہ:۔ اے نبی! (اور اس کے ماننے والو) جب تم بیویوں کو طلاق دو تو اُن کو مقررہ وقت کے مطابق طلاق دو اور (طلاق کے بعد) وقت کا اندازہ رکھو۔ اور اللہ کا جو تمہارا رب ہے تقویٰ اختیار کرو۔ ان کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں سوائے اس کے کہ وہ ایک کھلے گناہ کی مرتکب ہوں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ کی حدوں کو توڑتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ (اے طلاق دینے والے!) تجھے معلوم نہیں کہ شاید اللہ اس واقعہ کے بعد (یعنی مقررہ وقت میں طلاق دینے اور اُن کو گھروں سے نہ نکالنے کے بعد) کچھ اور ظاہر کر دے۔ (یعنی پھر دوبارہ صلح کی صورت قائم ہوجائے)

اب بتایا جائے کہ مذکورہ آیت میں کہاں ذکر ہے کہ جس نے تین طلاقیں اکٹھی دیں باوجود حرام ہونے کے وہ واقع ہوجائیں گی۔ اس تمام آیت میں تو عدت میں طلاق دینے اور عرصہ عدت کو شمار کرنے اور اس عرصہ میں عورت کو گھر سے نہ نکالنے کا حکم ہے۔ آگے فرمایا کہ جو ان احکام کی نافرمانی کرے گا وہ گویا حدودِ الٰہی سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔ اور ظالم کہلائے گا۔ اور پھر فرمایا کہ عرصہ عدت اور گھروں سے نہ نکالنے کا حکم اس لئے ہے کہ اکٹھے رہنے کے نتیجہ میں ہر دو میاں بیوی میں پھر سے تعلقات کا قیام نہ صرف ممکن ہے بلکہ اکثر صورتوں میں دوبارہ تعلق قائم ہوجاتا ہے۔

پس اس اعتبار سے مُسلم راہنماؤں کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ بجائے تین طلاقوں کے فتوے دینے کے اور اس کے لئے قرآن مجید کی آیات کو غلط طور پر استعمال کرنے کے ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دینے والے اپنے اپنے مسلک کے لوگوں پر روک تھام لگائیں کہ یہی قرآنی تعلیم ہے اور یہی ارشادِ نبوی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رُکانہ نے اپنی بیوی کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دیں اس کے بعد رکانہ کو اپنے اس فعل پر شدید صدمہ ہوا۔ جب یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تُو نے اپنی بیوی کو کس طرح طلاق دی۔ اس نے کہا میں نے اُسے ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ایک ہی طلاق ہے۔ اس لئے تم رجوع کر لو۔" (ابوداؤد باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث)

اس حدیث کی روشنی میں دیوبندیوں کا فتویٰ بھی ایسی طلاق دینے والے کے لئے یہی ہونا چاہیئے تھا کہ بے شک وہ تین طلاقیں دے اُن کی ایک ہی شمار ہوگی۔

اسی طرح سنن نسائی میں ایک حدیث ہے کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اس پر حضورؐ نے بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا ابھی تو میں تم میں موجود ہوں کیا میری موجودگی میں وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے۔"

(نسائی باب الثلاث المجموعۃ وما فیہ من التغلیظ)

گویا تین طلاقیں اکٹھی دینا اللہ کی کتاب سے کھیلنا اور مذاق کرنا ہے۔ اور پھر اس قسم کے مفتی خود ہی سوچ لیں کہ ایسے فتوے دے کر کیا وہ اللہ کی کتاب سے مذاق نہیں کر رہا ہے؟ اس بناء پر دیوبندیوں کو اپنے اس فتویٰ پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے۔ پس جہاں تک تین طلاق اور دیوبندیوں کے فتوے کا تعلق ہے اس ضمن میں ہم ان کی غلطی کی نشاندہی کر چکے ہیں۔

یاد رہے کہ صرف یہی ایک غلطی نہیں بلکہ اس مسلک کے علماء اپنی اس غلطی میں مزید آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور یہاں تک اپنے مضامین لکھ رہے ہیں کہ طلاق مغلظہ کے بعد مطلقہ بدون حلالہ کے شوہرِ اوّل کے لئے حلال نہیں رہتی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ملاحظہ فرمائیں مضمون مولانا محمد علیم رضوی دارالافتاء دارالعلوم اہلِ سنت قادریہ ربانیہ بنگلور مطبوعہ روزنامہ سالار 3-9-93 (20)

اب ملاحظہ فرمائیے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حلالہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ" یہ حدیث مسند امام احمد میں ہے ترمذی اور ابن قطان نے اس کی تصحیح کی ہے اور یہ حدیث حضرت علی مرتضیٰؓ سے امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔

ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ:۔

"رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔"

حلالہ کیا ہے؟

حلالہ یہ ہے کہ طلاقِ مغلظہ کے بعد چونکہ مطلقہ عورت اپنے خاوند کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور وہ اس وقت تک اُس سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتا جب تک کوئی دوسرا مرد اس سے شادی کرکے پھر باہمی ناچاکی سے اس کو طلاق نہ دے۔ لیکن اگر کسی مرد کو محض اس لئے تیار کیا جائے کہ وہ عارضی طور پر مطلقہ سے شادی کرلے اور پھر اگلے دن اس کو طلاق دیدے تاکہ وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجائے تو اس مکروہ فعل کو حلالہ کہتے ہیں۔ جسے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ اور حرام کام کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اور دیوبندی مفتیان اور علماء اپنے مضامین میں اس حرام کاری کے جائز ہونے کے فتوے دھڑا دھڑ شائع کر رہے ہیں۔ شاید انہی وجوہات کی بناء پر بعض دوسرے مُسلم فرقے دیوبندیوں کو آج تک دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔

ادھر اہلِ حدیث فرقہ جس نے ایک ہی نشست میں تین طلاق کے عمل کو ناجائز قرار دیا ہے کے متعلق دیوبندیوں کا کہنا یہ ہے کہ:۔

"اہلِ حدیث حضرات اور اہلِ سنت وجماعت کے مابین کئی دینی اُمور میں و

(باقی دیکھئے صفحہ 24 کالم 3، 4 پر)

اداریہ — بقیہ صفحہ (2)

پس جو بات فطرت کے خلاف ہو اس کی کبھی اسلام نے تعلیم نہیں دی کیونکہ اسلام تو دینِ فطرت ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کو بلا سوچے سمجھے اس کے خلاف فیصلہ تو دے دیا گیا لیکن یہ نہیں سوچا گیا کہ ان بوسیدہ خیالات پر عمل ہونے سے کیسے گھناؤنے نتائج نکلیں گے۔

بالآخر یہ بات بھی نہایت گہرائی سے سوچنے والی ہے کہ بعض خاص وقتوں میں بعض خاص طبقوں کی طرف سے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرکے مسلمانوں کو اُن کے باہمی اختلافات میں اُلجھا دینا کہیں یہ کچھ مفاد پرستوں کا طبعی تو نہیں جو اصل مسائل سے قوم کی توجہ دوسری طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو پھر اس کے لئے ضروری تو یہ ہے کہ مسلمان اپنے فروعی اختلافات کو یکسر پسِ پشت ڈال کر ایک طرف تعلیم کے زیور سے قوم کو آراستہ کریں۔ تو دوسری طرف قرآن مجید کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ ہی ہے جو قرآن مجید کی صحیح تعلیم پر عمل پیرا ہے۔ جہاں اکثر لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔ طلاق کی مثالیں کہیں خال خال ہی دیکھنے کو ملتی ہیں جنہیں آپس میں ہی حل کر لیا جاتا ہے۔ جہاں لاوارث مطلقہ اور بیوہ نان و نفقہ سے محروم نہیں۔ یتیم کے آنسو نہیں بہتے اور ذہن و دماغ تعلیم کے زیور کے لئے نہیں ترستے — اس لئے کہ یہاں نظامِ خلافت ہے۔ اور جو اس سے الگ رہ کر باقی مسلمان مُردوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں۔ کاش یہ سمجھ لیں کہ نصرتِ الٰہی سے تائید یافتہ خلافتِ احمدیہ ہی آج مُسلم قوم کی جسمانی و روحانی بقا کی ضامن ہے۔

(منیر احمد خادم)

مہاراشٹر کے زلزلہ زدگان کیلئے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے

وزیرِ اعظم کی خدمت میں دو لاکھ روپے کا عطیہ

نئی دہلی ۔ ۱۵ر اکتوبر : جماعتِ احمدیہ کے وفد نے بھارت کے وزیرِ اعظم شری پی ۔ وی ۔ نرسمہا راؤ کی خدمت میں مبلغ دو لاکھ روپے کا عطیہ مہاراشٹر میں آئے بھیانک زلزلہ کی ریلیف کے تعلق میں پیش کیا ۔ وفد نے اس موقعہ پر سیدنا حضرت اقدس مرزا طاہر احمد امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے گہری ہمدردی کا پیغام بھی دیا ۔ وزیرِ اعظم نے فرمایا کہ وہ جماعتِ احمدیہ اور اس کے رفاہی کاموں سے اچھی طرح واقف ہیں ۔ عالمگیر جماعتِ احمدیہ کے سربراہ کے طور پر حضرت امیر المومنین کی ہمدردی پر انہوں نے دھنیہ واد (شکریہ) کہا ۔

اُسی روز بھارت کے نیشنل نیٹ ورک اور میٹرو چینل پر ٹیلیویژن نے یہ خبر نشر کی ۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور اخبارات میں بھی یہ خبر سرکاری طور پر دی گئی ہے ۔

وفد میں مکرم چوہدری منظور احمد صاحب گجراتی وکیل الاعلیٰ تحریکِ جدید ، مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی ناظر امورِ عامہ ، مکرم مولوی عبد الرشید صاحب ضیاء مبلغ انچارج دہلی اور مکرم انصار احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ دہلی شامل ہوئے ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے زلزلہ زدگان کی بحالی کے سامان فرمائے ۔ اور ہمیں ہمیشہ ہی بنی نوعِ انسان کی خدمت کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

(نامہ نگار خصوصی)

زیرِ نظر شمارہ جس میں مسئلہ طلاق کے سلسلہ میں خصوصی مضامین شائع ہوئے ہیں اگر کسی جماعت یا صاحب کو زائد شماروں کی ضرورت ہو تو دفتر منیجر بدر سے قیمتاً منگوا سکتے ہیں ۔ قیمت فی پرچہ -/5 روپے ۔ (منیجر بدر)

طلاق اور دیوبندی مسلک ۔ بقیہ صفحہ ۲۳

طریقۂ عبادت میں بیّن فرق ہے تو پھر محض طلاقِ ثلاثہ کو ہی موضوعِ بحث بنا کر عبث تضییعِ اوقات کرنا دانشمندوں کا فعل نہیں ۔"

(مضمون مولانا محمد علیم الدین رضوی)

ادھر رشید ذکریا اپنے مضمون مطبوعہ روزنامہ سالار ۲۴ ۹۳ ۳ میں دیوبندیوں کے نظریہ تین طلاق کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"کئی مکاتب ہیں جو دیوبندیوں کو شریعت کے قانونی نگہبان کی حیثیت سے قبول نہیں کرتے بالخصوص بریلوی جن کی پیروی ہندوستانی مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ کرتا ہے ۔ دیوبندیوں کو گمراہ قرار دیتے ہیں ۔ ان کے چند علماء نے دیوبندیوں کو بدعتی قرار دیا ہے ۔"

خیر یہ دیوبندیوں ، اہلِ حدیث اور بریلویوں کا معاملہ ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے متعلق کیا سمجھتے اور کیا گردانتے ہیں ۔ لیکن ہمارا کہنا صرف یہ ہے کہ ایک ہی نشست میں تین طلاق والا دیوبندیوں کا مسلک اسی طرح حلالہ کے جواز کا فتویٰ نہ صرف غلط بلکہ خلافِ تعلیم اسلام ہے ۔

(م ۔ و ۔ خ)

قادیان میں سالانہ اجتماعات بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئے

قادیان ۲۵ر اکتوبر ۔ الحمد للہ کہ قادیان دارالامان میں مجلس انصار اللہ ۔ خدام الاحمدیہ ۔ اطفال الاحمدیہ ۔ لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات ۲۰ر تا ۲۴ر اکتوبر کو انعقاد پذیر ہو کر نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے ثم الحمد للہ ۔ تفصیلی رپورٹیں انشاء اللہ آئندہ شماروں میں شائع کی جائیں گی ۔

(ادارہ)

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
متھرا جیولرز
M/S PARVESH KUMAR S/O SHRI GIRDHARI LAL
GOLDSMITH, MAIN BAZAR, QADIAN - 143516.

روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ
شریف جیولرز
پروپرائیٹرز ۔
حنیف احمد کامران
حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ ۔ ربوہ ۔ پاکستان ۔
PHONE :- 04524 - 649.

QURESHI ASSOCIATES
MANUFACTURERS - EXPORTERS - IMPORTERS
HIGHLY FASHION LADIES MADE-UP OF 100% PURE LEATHER, SILK WITH SEQUENCES AND SOLID BRASS NOVELTIES / GIFT ITEMS ETC.
MAILING ADDRESS } 4378/4 B. MURARI LAL LANE ANSARI ROAD, NEW DELHI - 110002 (INDIA)
PHONES :- 011-3263992, 011-3262643.
FAX :- 91-11-3755121, SELKA, NEW DELHI.

بہترین ذکر لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور بہترین دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے ۔ (ترمذی)
C.K. ALAVI RABWAH WOOD INDUSTRIES.
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339.
(KERALA)
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOODEN FURNITURE.

ارشادِ نبوی ﷺ
اِحْفَظْ لِسَانَكَ
(تو اپنی زبان کی حفاظت کر)
(منجانب)
یکے از اراکین جماعتِ احمدیہ بمبئی

طالبانِ دُعا :-
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ مینگولین کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

NIR
"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"
(کشتی نوح)
Starline
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD.
CALCUTTA - 700015.
پیش کرتے ہیں :-
آرام دہ ، مضبوط اور دیدہ زیب ربڑ شیٹ ، ہوائی چپل نیز ربڑ پلاسٹک اور کینوس کے جوتے ۔

YUBA
QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
(پیشکش)
بانی پولیمرز کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز :-
43 - 4028 - 5137 - 5206